

Globethics Repository

The logo for Globethics, featuring the word "Globethics" in white, sans-serif font centered within a solid blue rectangular background.

Husn a'mal (PART 3)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see <https://www.globethics.net>. Data and content policy of Globethics Repository see <https://repository.globethics.net/pages/policy>.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-02 23:47:43
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/188544

باب ششم

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

درد و سلام کے فضائل

www.MinhajBooks.com

درود و سلام کو وظیفہٴ حیات بنا لینا اتنا عظیم اور دیگر عبادات سے منفرد عمل ہے کہ اس سے حاصل ہونے والے دنیوی و اخروی فوائد و ثمرات کا کوئی انسان اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن اس عمل کو جاری رکھنے سے ایک بات جو بطور خاص قلب و ذہن کو مضطرب رکھتی ہے وہ یہ کہ بندہ جب درود شریف پڑھتے ہوئے اپنی لغزشوں پر نگاہ ڈالتا ہے تو وہ حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی ہم نوائی میں بے ساختہ پکار اٹھتا ہے:

چوں بنام مصطفیٰ ﷺ خوانم درود
از خجالت آب می گردد وجود

(جب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر درود بھیجتا ہوں تو اپنی
خطاؤں اور گناہوں کو دیکھتے ہوئے شرم سے میرا وجود پانی پانی ہو جاتا ہے۔)

دستورِ زمانہ ہے کہ ہر محب اور عاشق اپنے دنیاوی محبوب کو محبت و عقیدت کے اظہار کے طور پر کوئی نہ کوئی شے بطور تحفہ ضرور دینا چاہتا ہے۔ جس سے اس کا مقصد محبوب کی رضا جوئی اور خوشنودی کا حصول ہے۔ اہل ایمان کی خوش نصیبی ہے کہ انہیں اللہ رب العزت کی بارگاہ سے اپنے محبوب آقا حضور سرور کونین ﷺ کی بارگاہ میں بطور نذرانہ بھیجنے کے لئے درود و سلام کا حکم ملا ہے۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں درود و سلام بھیجنا حکم خداوندی کی تعمیل بھی ہے اور یہ عمل بھیجنے والے کے لئے حصول سعادت و خوش بختی کا ذریعہ بھی قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے بے شمار احکام نازل فرمائے ہیں جن پر عمل کرنے کے لئے وقتِ معین یا کسی ماحول کی قید لگائی ہے۔ اس کی مثال ارکانِ اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے دی جاسکتی ہے لیکن درود و سلام پڑھنا اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم ہے جس

کی بجا آوری کے لئے وقت اور ماحول کی کوئی تخصیص نہیں اور زمان و مکاں کی کوئی قید نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۱)

’بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (کریم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو‘

اس ارشادِ ربانی کی تعمیل میں جب بھی ہمارے کان اس حکم سے آشنا ہوں تو ہمیں بلا تاخیر اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر ہدیہ درود و سلام بھیجنا چاہیے۔ درود و سلام کے فضائل بیان کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ہم لفظِ صلوٰۃ کے معنی و مفہوم پر غور کر لیں:

لفظِ صلوٰۃ کے معانی

لفظِ صلوٰۃ اپنے لغوی و اصطلاحی معنی کے اعتبار سے بڑی وسعت کا حامل ہے۔ اس سے پیشتر دعا اور نماز کے ابواب میں بھی ہم اس لفظ کے مختلف معانی بیان کر چکے ہیں۔ اس لفظ کا مادہ ”صل و“ یا ”صل ل ی“ ہے۔ لغوی معانی اگرچہ کثیر ہیں لیکن یہاں اختصار کے پیش نظر صرف اصطلاحی معانی پر اکتفا کیا جائے گا۔ وہ اصطلاحی معانی جو باقاعدہ مروج و متداول ہیں ان میں سے چار معروف معانی درج ذیل ہیں:

۱۔ دعا ۲۔ استغفار

۳۔ برکت ۴۔ قراءت

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

۱۔ صلوة بمعنی دعا

غزوة تبوک میں کچھ مسلمان شریک نہ ہو سکے۔ بعد میں انہیں اپنی غلطی اور کوتاہی کا شدت سے احساس ہوا۔ انہوں نے خود کو مسجدِ نبوی ﷺ کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا اور نیت کی کہ ہم اسی طرح بندھے رہیں گے یہاں تک کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں بذاتِ خود کھولیں اور ہم یہ سمجھ لیں کہ اللہ ﷻ نے ہمیں معاف فرما دیا ہے۔ کافی عرصہ کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھولا تو وہ سجدہ شکر بجا لائے اور اپنے گھروں کا سارا اثاثہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لا کر حاضر کر دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا تو میں ان کا مال قبول کروں گا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا
عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ۔^(۱)

”اور بادیه نشینوں میں (ہی) وہ شخص (بھی) ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کچھ (راہِ خدا میں) خرچ کرتا ہے اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول (ﷺ) کی (رحمت بھری) دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔“

اس آیه کریمہ میں صلوات کا لفظ دعاؤں کے معنی میں آیا ہے۔ اسی سورہ مقدسہ کی ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ
صَلَوَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔^(۲)

(۱) التوبة، ۹: ۹۹

(۲) التوبة، ۹: ۱۰۳

”آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بیشک آپ کی دعا ان کے لئے (باعث) تسکین ہے۔“

اس آیت کریمہ میں بھی صلوٰۃ کا لفظ دو جگہ صَلَّ اور صَلَوَاتِكَ کی شکل میں دعا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں بھی مذکورہ لفظ دعا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ. فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيُطْعَمْ. (۱)

”جب تم میں سے کسی شخص کی دعوت کی جائے تو چاہئے کہ وہ اسے ضرور قبول کرے، اگر روزہ دار ہو تو دعا کرے اگر روزہ نہ ہو تو کھالے۔“

اس میں بھی لفظ صلوٰۃ دعا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۲۔ صلوٰۃ بمعنی استغفار

لفظ صلوٰۃ اصطلاحی طور پر استغفار کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ درج ذیل احادیث سے اس معنی کی وضاحت ہوتی ہے:

- (۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب: النکاح، باب: الأمر بإجابة الداعی إلی دعوة، ۲: ۱۰۵۴، رقم: ۱۴۳۱
- ۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الصوم، باب: ماجاء فی إجابة الصائم الدعوة، ۲: ۱۴۱، رقم: ۷۸۰

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا:

إِنِّي بُعِثْتُ إِلَى أَهْلِ الْبَقِيعِ لِأَصَلِّيَ عَلَيْهِمْ۔^(۱)

”مجھے بقیع والوں کی طرف دعائے استغفار کرنے کیلئے بھیجا گیا۔“

ایک مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيًا عَنِ الْمُنْكَرِ صَلَاةٌ، وَإِنَّ حَمْلًا عَلَى الضَّعِيفِ

صَلَاةٌ، وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ صَلَاةٌ۔^(۲)

”تیرا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی استغفار ہے، کسی کمزور و ناتواں کا بوجھ اٹھانا استغفار ہے، تم میں سے کسی کا نماز کی طرف قدم بڑھانا بھی استغفار

ہے۔“

۳۔ صلوة بمعنی برکت

صلوة لفظ صلوة کتب احادیث میں برکت کے معنی میں بھی مستعمل ہے، مثلاً:

ایک صحابی جس کا نام ابو اوفیؓ نے اپنا صدقہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا تو

آپ ﷺ نے خوش ہو کر برکت کیلئے یوں دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أُوفَى۔^(۳)

”اے اللہ! ابی اوفی کی آل کو برکت عطا فرما۔“

اس آیت مبارکہ میں صلوة برکت کا معنی دے رہا ہے۔

(۱) نسائی، السنن، کتاب: الجنائز، باب: الأمر بالاستغفار للمؤمنین، ۴:

۷۰، رقم: ۲۰۳۸

(۲) طبرانی، المعجم الكبير، ۱۱: ۲۳۶، رقم: ۱۱۷۹۱

(۳) ابن حبان، الصحيح، ۳: ۱۹۷، رقم: ۹۱۷

۴۔ صلوة بمعنی قراءت

صلوة کا لفظ قراءت کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً مکہ مکرمہ میں نماز کے دوران حضور نبی اکرم ﷺ کی قرأت سن کر کفار آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتے تھے اور دوران تلاوت شور و غل سے خلل ڈالا کرتے تھے۔ اس کے متعلق حکم نازل ہوا:

وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُ بِهَا (۱)

”اور نہ اپنی نماز (میں قرأت) بلند آواز سے کریں اور نہ بالکل آہستہ پڑھیں۔“

اس آیت مبارکہ میں لفظ صلوة بمعنی قرأت وارد ہوا ہے۔

بااعتبار نسبت صلوة کے مختلف معانی

صلوة کے مندرجہ بالا تمام معانی مد نظر رکھے جائیں تو ایک خاص قاعدہ و کلیہ کا اطلاق ہوتا ہے نسبت کے اعتبار سے اس طرح ہے:

- ۱۔ جب صلوة کی نسبت اللہ ﷻ کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کا رحمت نازل فرمانا اور عظمتیں اور برکتیں عطا کرنا ہے۔
- ۲۔ جب صلوة کی نسبت بندے کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب رکوع و سجود کرنا، نماز پڑھنا، درود و سلام پیش کرنا اور دعا و مناجات کرنا ہوتا ہے۔
- ۳۔ جب صلوة کی نسبت فرشتوں کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب ملائکہ کا درود و سلام پیش کرنا، دعائے استغفار کرنا ہے۔
- ۴۔ جب صلوة کی نسبت عناصر کائنات کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۱۱۰

کہ تمام اشیاء تسبیح پڑھتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ۔^(۱)

”اور (جملہ کائنات میں) کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔“



ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

كُلُّ قَدِّ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ۔^(۲)

”ہر ایک (اللہ کے حضور) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے۔“

لفظِ سلام کا معنی

سلام مصدر ہے جو بمعنی سلامتی استعمال ہوتا ہے۔

درود و سلام کی اہمیت

درود و سلام ایک منفرد و بے مثل عبادت، ایک شاندار عمل، قربِ خداوندی اور قربِ نبوی ﷺ کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسے مقبول ترین اور فوری اثرات و نتائج کے حامل اعمال میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس مقبولیت و اہمیت کی خاص وجہ کے پیچھے ایک خاص حکمت کارفرما ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ محبت اور حضور نبی اکرم ﷺ اس کے محبوب ہیں۔ جس طرح محبت کرنے والے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہر وقت اس کے محبوب کا ذکر ہوتا رہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے محبوب کا نام ہر وقت اس کے بندوں کی زبان پر رہے اور وہ ہر دم اسے چیتے رہیں اور اس کی شان دو بالا ہوتی رہے۔

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۴۴

(۲) النور، ۲۴: ۴۱

صلوة علی النبی ﷺ کی اہمیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت ہیں۔ آپ ﷺ عالم انسانیت کے محسن ہیں اور تمام انسانوں پر آپ ﷺ کے بے شمار احسانات ہیں۔ آپ ﷺ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت بخشی، اور کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر اس کے من کی دنیا کو توحید کے اجالوں سے جگمگا دیا۔ آپ ﷺ نے انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا درس اور زندگی گزارنے کا وہ ضابطہ دیا جس میں دنیا و آخرت کی کامیابی کی نوید دی گئی ہے لہذا ہم پر لازم آتا ہے کہ اس عظیم ذاتِ گرامی کی مدح و تعریف کی جائے جس کی بدولت انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی عنایت قیامت تک سایہ فگن رہیں گی۔ ان احسانات کا بدلہ چکانے کے لئے درود و سلام کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ سے قلبی تعلق پیدا کرنا مقصود ہے۔

۱۔ تعلق کی نوعیت و اہمیت

تعلق وہ شے ہے جو معمولی کو غیر معمولی اور غیر اہم کو اہم بنا دیتا ہے۔ اس کی بدولت انسان کو وہ سرفرازی و عروج نصیب ہوتا ہے جو تعلق اور نسبت کے بغیر لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا، خواہ وہ وقت کے افلاطون اور زمانے کے جالبینوس ہوں اور ان کا مقام و مرتبہ تسلیم شدہ اور سماجی حیثیت بلند تر ہی کیوں نہ ہو لیکن ایک حقیر و ناتواں اور بے حیثیت انسان محض تعلق کی بنا پر ایسا قرب پالیتا اور حاکم وقت سے وہ کچھ منوا لیتا ہے کہ بڑے بڑے فنکار اور علم و معرفت کے دعویدار منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور جسے وہ سماج اور معاشرے کا ایک ادنیٰ فرد سمجھ رہے ہوتے ہیں آسانی سے اپنے مقصد میں کامیابی سے سرفراز ہو جاتا ہے۔

تعلق کی دو اقسام ہوتی ہیں: ایک تعلق وہ ہے جو دلائل و شواہد کے بل بوتے پر علم کے زور سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلے انسان دلائل و براہین اور قرآن و شواہد کے ذریعے کسی چیز کا علم حاصل کرتا ہے پھر اس کی معرفت تک رسائی ہوتی ہے۔ اسے معرفت عقلی

کہتے ہیں۔ اس معرفت اور شناخت کے حوالے سے قائم ہونے والے تعلق کو ہم تعلق عقلی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس قسم کے تعلق اور معرفت کی خامی یہ ہے کہ یہ محبوب کے دل میں اعتماد پیدا نہیں کر پاتا اور نہ ہی یہ کسی کو اونچے مرتبے پر فائز کر سکتا ہے۔

دوسرا تعلق وہ ہے جو دل کی راہ سے حاصل ہوتا ہے اس کے باعث انسان محبوب کے لیے سب کچھ قربان کر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور رضائے حبیب کے لیے وہ قربانی اور فدا ہونے کی ایسی راہیں تراشتا ہے کہ خدمت و وارفتگی کے انداز دیکھ کر دنیا والے حیران رہ جاتے اور تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ حقیقی عشق بس اسی کا نام ہے۔ اسے معرفت قلبی یا تعلق قلبی بھی کہتے ہیں۔

اس قسم کے تعلق کی یہ خوبی ہے کہ یہ محبوب کے دل میں اعتماد پیدا کر دیتا ہے اور بڑے بڑے صاحبانِ جاہ و منصب پر برتری کا ایسا مقام بخشتا ہے کہ دوسرے اس کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی قلبی تعلق حاصل تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریب ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبودار سانسوں کی گرمی محسوس کی، چہرہ انور کی نورانیت کا مشاہدہ کیا، سفر و حضر میں ساتھ رہے اور خدمت کا شرف حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد غوث، قطب، امام، متکلم، فلسفی، عالم، عارف اور عظیم صاحبانِ سیف و قلم پیدا ہوئے مگر کوئی بھی ایک صحابی کے برابر نہیں ہو سکا۔

۲۔ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق قلبی پیدا کرنے کا مجرب نسخہ

تعلق قلبی اور اعتماد کی یہ متاعِ عظیم حاصل کرنے کا ایک ہی مؤثر ذریعہ اور مجرب نسخہ ہے کہ امتی خود کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے وقف کر دے، ان ہی کا ہو کر رہ جائے اور ہر وقت ان کی چاکری کرتا رہے۔ اس قلبی تعلق کو پختہ کرنے کا بہترین ذریعہ درد و سلام ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ۔^(۱)

”بے شک اللہ تعالیٰ کے زمین میں گشت کرنے والے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔“

یہ ایسی سعادت ہے جس کی کوئی مثال نہیں، اس کی بدولت ادنیٰ سے ادنیٰ انسان دیکھتے ہی دیکھتے بزم حبیب ﷺ کا درخشندہ ستارہ اور قابلِ تعظیم و تکریم مرد بن جاتا ہے۔ رہ و رسم دنیا یہ ہے کہ تعلق کا آغاز سلام و کلام سے کیا جاتا ہے۔ جس سے قطعی جان پہچان نہ ہو اور اس سے رابطہ پیدا کرنا مقصود ہو تو سلام ہی سے ابتداء کی جاتی ہے۔ سلام سے بات شروع ہو کر مستحکم اور مضبوط قلبی رشتے میں بدل جاتی ہے۔

ایک غریب و مسکین بے نوا امتی جب آقائے نامدار ﷺ پر ہدیہ درود و سلام کے نذرانے سے اپنے تعلق کا آغاز کرتا ہے اور پھر استقلال کے ساتھ قلبی تعلق استوار کرنا ہے تو محبوب کریم ﷺ کی طرف سے بتدریج پذیرائی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ پہلے توجہ و التفات سے نوازتے ہوئے نظرِ کرم فرماتے ہیں، پھر تبسم کی خیرات عطا کرتے ہیں اور سلام کے منتظر رہتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَكُلَّ بَقْرِيٍّ مَلَكَاً أُعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَلَا يَصْلِي عَلَيَّ أَحَدٌ إِلَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أُبَلِّغُنِي بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ هَذَا فَلَانَ بْنِ

(۱) ۱- نسائی، السنن، کتاب السنو، باب: سلام علی النبی ﷺ،

۳: ۳۱، رقم: ۱۲۸۲

۲- أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۷، رقم: ۳۶۶۶

فلاں قد صلی علیک۔^(۱)

”بیشک اللہ تعالیٰ نے (میرے وصال کے بعد) ایک فرشتہ کو میری قبر پر کھڑا ہونے کی ذمہ داری سونپ دی ہے، اسے تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ پس قیامت تک جو کوئی بھی مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ (فرشتہ) اُس کا اور اُس کے والد کا نام مجھ تک پہنچائے گا: فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّىٰ أُرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔^(۲)

”امت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح واپس لوٹا دی ہو یہاں تک کہ میں ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔“

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ تَبْلُغُنِي۔^(۳)

”تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجا کرو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پہنچ جاتا ہے۔“

www.MinhajBooks.com

(۱) بزار، المسند، ۴: ۲۵۴، رقم: ۱۴۲۵

(۲) أبو داؤد، السنن، کتاب المناسک، باب زیارة القبور، ۲: ۱۷۵، رقم: ۲۰۴۱

(۳) طبرانی، المعجم الكبير، ۳: ۸۲، رقم: ۲۷۲۹

۳۔ درود و سلام سنتِ الہیہ ہے

درود و سلام وہ عمل ہے جس کا بھیجنا حکمِ الہی ہی نہیں بلکہ سنتِ الہیہ بھی ہے۔ سنتِ الہیہ سے اللہ تعالیٰ کا فعل مراد ہے اس کا فعل سنت، درجہ اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بلند اور افضل ہے۔ کوئی سنت، کوئی طریقہ اور کوئی فعل اس کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتا۔ سنتِ الہیہ ہونے کی نسبت سے صلوٰۃ و سلام کو جو اہمیت و فضیلت حاصل ہے اس کی شان ہی کچھ اور ہے اور یہ نرالی شان کسی اور عمل کو حاصل نہیں۔ صلوٰۃ و سلام ہی وہ واحد عمل ہے جو سنتِ الہیہ ہونے کے ناتے تمام اعمال میں سب سے ممتاز و نمایاں، منفرد اور بے مثل حیثیت رکھتا ہے۔

درود و سلام کا دیگر عبادات کے تناظر میں جائزہ لیا جائے تو وہ سب حکمِ الہی کے تحت انجام پاتی ہیں۔ حکمِ خداوندی کی رو سے بندوں پر لازم آتا ہے کہ وہ اپنی اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے درود و سلام کے مطلوبہ عمل کو عدم سے وجود میں لائیں۔ ہر دور اور ہر زمانے میں حکمِ خداوندی ہی کو دیگر احکامِ شریعت کے مقابلے میں یہ آفاقی اور بالاتر حیثیت حاصل ہے لیکن یہ بھی ایک قطعی حقیقت ہے کہ یہ خداوندی احکام مختلف ادوار میں الگ الگ امتوں کے حوالے سے بدلتے بھی رہے ہیں اور تغیر و تبدل کا یہ عمل بعض اوقات تضاد کی حدود کو چھوتا رہا ہے، یعنی ایک عمل اگر کسی امت میں ایک حکم کی رو سے جائز و حلال ہوتا ہے تو وہی عمل کسی اور امت اور زمانے میں ایک دوسرے حکم کی رو سے بعض خدائی حکمتوں کے پیش نظر ناجائز و حرام قرار پاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حکمِ خداوندی ایک ایسی چیز ہے جس میں تغیر و تبدل ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا صدور مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کے لئے الگ الگ اور مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ حکمِ الہی کے برعکس سنتِ الہیہ ایک ایسی چیز ہے جو ہر دور میں یکساں اور ایک ہی ہیئت پر قائم و دائم رہتی ہے اور زمانوں یا امتوں کے بدلنے سے اس میں کوئی تبدیلی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا۔

گویا سنتِ الہیہ ایک اٹل حقیقت اور دائمی حیثیت کی حامل ہے جو گردشِ زمان و مکاں سے آزاد ہر قسم کے اثرات و تغیرات سے محفوظ ایک ہی ہیئت پر قائم رہنے والا ہے، جو کسی پہلو سے تغیر پذیر اور زوال آشنا نہیں، اسے قرآنِ حکیم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا - (۱)

”سو آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔“

حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے عمل کا سنتِ الہیہ ہونا جہاں شانِ مصطفوی ﷺ میں آپ کے بے مثل ہونے کا آئینہ دار ہے وہاں اپنی فضیلت کے اعتبار سے وہ مقدس عمل ہے جو سنتِ الہیہ ہونے کے باعث ہمیشہ ابد تک کے لئے زوال اور تغیر کے اثرات سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضور نبی اکرم ﷺ پر صلوة بھیجنے میں تسلسل موجود ہے۔ جس طرح قدرت کی طرف سے پہلے یہ عمل جاری رہا اس طرح ہر دور میں ہر علاقے کے اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی تردد کے بغیر سنتِ الہیہ کی پیروی اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام کے گجرے نچھاور کرتے رہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۲)

”بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو“

آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم ﷺ پر صلوة پڑھنے سے مراد اپنے حبیبِ مکرم ﷺ پر رحمتیں نازل فرمانا ہے اور فرشتوں کی طرف سے صلوة ان کا آپ ﷺ

(۱) فاطر، ۳۵: ۲۳

(۲) الاحزاب، ۳۳: ۵۶

کے لئے بلندیٰ درجات کی دعائیں کرتے رہنا ہے، جبکہ عام مؤمنین کی طرف سے صلوة کا مفہوم دعا و مدح و ثنا کی یکجائی کا تسلسل جاری رکھنا ہے۔

سنتِ الہیہ کی فضیلت

صلوة و سلام سنت خالق ہے جبکہ دیگر اعمال و فرائض سنت مخلوق ہیں۔ اس لئے اسے تفوق و افضلیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لا شریک ہے کوئی اس کا ساتھی ہمسرا اور مد مقابل نہیں۔ ذاتِ الہی کی طرح صفاتِ الہی بھی غیر متناہی ہیں۔ ان کی انتہا اور اختتام کی کوئی حد نہیں، وہ ہر قسم کی حد بندی اور تقلید سے منزہ اور پاک ہے۔ اس کی سنت کی بھی یہی شان ہے جبکہ اس کے برعکس مخلوق کی ذات و صفات محدود ہیں۔ مثلاً ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ وہ عبادات ہیں جو آپ ﷺ نے ادا فرمائیں اور نمونہ دکھا کر امت کو ان کی ادائیگی کا سلیقہ اور طریقہ سمجھایا۔ چونکہ یہ سب عبادات آپ ﷺ کی سنت ہیں۔ ان میں پائی جانے والی تقلیدی شان سے واضح ہے کہ یہ سنت رسول ﷺ ہیں، سنت خالق نہیں، پھر یہ کہ ہر سنت وقت اور مخصوص ہیئت کی پابند اور تابع ہے جیسے نماز اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں وقت کی پابندی ہے، اسے وقت سے آگے پیچھے کر کے ادا نہیں کیا جاسکتا اور وقت نکل جائے تو قضا کرنا پڑتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز مقید بالوقت ہے آزاد و بے قید نہیں۔ اسی طرح نماز مقید بالہیئت بھی ہے یعنی یہ ضروری ہے کہ اسے اسی شکل و صورت میں ادا کیا جائے جس شکل و صورت اور انداز میں اسے حضور نبی اکرم ﷺ نے ادا فرمایا۔ جو شخص قیام و قعود، رکوع و سجود، انداز و ترتیب اور حرکات و سکنات کو ملحوظ رکھے اور ان کی پابندی کرے، اسی شکل و صورت میں اسے ادا کرے تو اس کی نماز ادا ہوگی۔ کسی ایک رکن کا ترک یا ترتیبِ ارکان کی تبدیلی اس کی نماز باطل کر دے گی اور وہ قبول نہیں ہوگی۔ روزہ بھی مقید بالوقت ہے اس لئے طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب کا وقت مقرر ہے۔ حج میں بھی وقت و ہیئت کی پابندی موجود ہے۔ ایامِ حج کے آگے پیچھے یہ فریضہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔

یہ تمام مثالیں اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ جو اعمال حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہیں ان میں وقت و ہیئت کی پابندی ضروری ہے کیونکہ یہ مخلوق کی سنت ہیں لیکن صلوٰۃ و سلام چونکہ سنتِ خالق ہے اور اس میں شکل اور حد بندی کا کوئی تعین نہیں اس لئے خالق نے اپنی سنت میں بھی تمام حدود و قیود اور پابندیوں کو اٹھا لیا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کو بے قید رکھتے ہوئے آزادی عطا فرمائی۔ بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر پڑھنے میں کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اسی طرح زبان و ہیئت و وقت کی بھی کوئی قید نہیں، پنجابی، اردو، انگریزی، ہندی، عربی، فارسی، غرضیکہ ہر زبان میں بصورتِ نعت اور مدح و ثنا آنحضرت ﷺ پر درود پڑھ سکتے ہیں، نماز کی طرح عربی زبان ضروری نہیں۔ نظم و نثر، کسی عبادت سے پہلے یا بعد میں، بلند آواز سے یا دھیمے لہجے میں، الگ الگ یا اجتماعی صورت میں، غرض جس لہجے اور انداز میں بھی پڑھا جائے جائز ہے۔ کسی نوع، وقت تقدیم و تاخیر کی کوئی پابندی نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ صلوٰۃ و سلام سنت الہیہ ہونے کے حوالے سے مطلق اور غیر مقید ہے اس لئے وقت و ہیئت یا قیام و قعود کی کوئی پابندی نہیں۔ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس سنت الہیہ کو اپنی رائے سے وقت اور ہیئت میں مقید ثابت کرے اور کہ فلاں وقت پڑھنا جائز ہے اور فلاں وقت نہیں بیٹھ کر پڑھنا جائز لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا ناجائز تصور کرے، اگر کوئی یہ قدغن لگا رہا ہے تو وہ سنت الہیہ کو مقید اور پابند کر رہا ہے اور خود کو ایک شارع کا درجہ دے رہا ہے جس کا بہر حال اسے کوئی حق نہیں۔

درود و سلام قطعی القبول عمل ہے

ایک انسان اطاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے جو نیک اعمال کرتا ہے یا عبادت کی شکل میں احکامِ خداوندی بجا لاتا ہے اور جوش و جذبے کے ساتھ بھلے کاموں میں سرگرم عمل رہتا ہے وہ اعمال و افعال خواہ کتنی نیک نیتی، خلوص و اتقاء اور للہیت کے جذبے سے سرشار ہو کر کئے گئے ہوں پھر بھی اس کے قطعی القبول ہونے کے بارے

میں وثوق و یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہے یا نہیں اور اسے لازمی طور پر ان کا اجر ملے گا یا نہیں کیونکہ ایک کمزور و ناتواں مخلوق سے آدابِ بندگی ملحوظ رکھنے میں سہو بھی ہو سکتا ہے اور اسے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کہاں کوتاہی یا کمی ہو گئی ہے۔ لہذا قبولیت کی بات صرف امید کی حد تک ہے اور انسان کے اعمال خواہ وہ صدقات و خیرات کی شکل میں ہوں یا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسی عبادت کی صورت میں، ظنی القبول ہوتے ہیں اور ان کے بارے میں صرف امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو جائیں گے۔

صلوٰۃ و سلام ایک ایسا محبوب و مقبول عمل ہے جس کے ظنی القبول ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جو کسی صورت میں اور کسی مرحلے پر نہ صرف مردود بلکہ قطعی القبول ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ضرور مقبول ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر پڑھنے والا فاسق و فاجر اور گناہوں میں لٹ پٹ ہو پھر بھی اس کا یہ عمل رد نہیں کیا جاتا اور اس کا درود و سلام قبول کر لیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایک خطا کار و گناہگار سے بھی صلوٰۃ و سلام قبول کرنے میں کیا حکمت ہے؟ جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ و سلام کے معانی پر غور کیا جائے تو کوئی ایک نعمت بھی ایسی نہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کو پہلے سے حاصل نہ ہوئی ہو اللہ کی رحمتیں ہر آن ان پر نازل ہوتی رہتی ہیں یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور اس کے ختم ہونے کا بھی کوئی امکان نہیں۔ ربی قرب خاص کی بات، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے جو قرب خاص اپنے محبوب کو معراج کی شب عطا کیا۔ اس پر ارشادِ ربانی - ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ﴾^(۱) دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔“ - شاہد ہے۔ ایک شب کے قرب کا یہ عالم ہے تو جو قرب کی دولت آپ ﷺ کو مسلسل عطا کی جا رہی ہو اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ ذکر کی بلندی اور رفعت کا یہ عالم ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کو رفعت

ذکر کی وہ شان عطا کی جس کا کوئی انسان تصور بھی نہیں کر سکتا؟ فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝^(۱)

”اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا ۝“

گویا صلوة کے جتنے معانی ہیں وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو پہلے ہی حاصل ہیں۔ اس لئے ایک گھنگار بندہ جب بارگاہ رب العزت میں درود پڑھتے ہوئے عرض گزار ہوتا ہے اور اپنے لئے کچھ نہیں مانگتا، مال و اولاد کے لئے، بیماری وغیرہ سے شفا کے لئے دعا نہیں کرتا، اپنی کسی اور غرض کو بیچ میں نہیں ڈالتا بلکہ صرف محبوب ﷺ کے لئے صلوة و سلام پڑھتا ہے اور آپ ﷺ پر درود بھیجنے کی درخواست کرتا ہے تو اس درود کے ساتھ مانگی ہوئی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

چونکہ دعا سے پہلے ہی اس پر عمل ہو رہا ہوتا ہے اس لئے گناہگار درود پڑھنے والے کی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ درود و سلام قطعی القبول ہے اور اس کے رد و نامنظور ہونے کا امکان ہی نہیں۔

عبادت کو قطعی القبول بنانے کا طریقہ

عبادات جیسا کہ بتایا جا چکا ہے ظنی القبول ہیں مگر چونکہ عبادت گزار باقاعدہ اہتمام، تیاری، تگ و دو اور اپنی حیثیت کے مطابق جدو جہد کے بعد وقت نکال کر اور آرام ترک کر کے خاصی مشقت اٹھا کر عبادت کرتا ہے اور پر اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی ہر عبادت قبول ہو اور اس کی یہ مشقت رائیگاں نہ جائے مگر اللہ بے نیاز ہے وہ اپنی بارگاہ میں نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) الم نشرح، ۹۴: ۴

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔ (۱)

”پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہی نیک عمل (کے مدارج) کو بلند فرماتا ہے۔“

انسان طبعی طور پر اس کوشش میں ہوتا ہے کہ اس کے اعمال خامیوں کے باوجود کسی نہ کسی طرح قبول کر لئے جائیں، رحمت خداوندی نے اس سلسلے میں اسے بے یار و مددگار اور بے آسرا نہیں چھوڑا بلکہ اپنے لطف و کرم سے اسے ایک ایسا طریقہ عطا کیا ہے جس کی وساطت سے وہ باآسانی اپنے ظنی القبول اعمال کو قطعی القبول بنا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ ہر عمل اور عبادت کے شروع اور آخر میں درود و سلام پڑھے۔

درود و سلام کی اسی بے پناہ فضیلت اور اہمیت کا پتا ہمیں اس حدیث سے ملتا ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے عزیز ترین صحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو کثرت درود و سلام کی تلقین فرمائی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھتا ہوں۔ میں کتنا وقت آپ پر درود کے لئے مقرر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم پسند کرو۔ میں نے عرض کیا: ایک چوتھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا آدھا وقت؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی وقت؟ فرمایا: اس میں بھی اضافہ کر دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں سارا وقت ہی درود و سلام میں خرچ کیا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا تَكْفَى هَمَّكَ، وَ يُغْفِرُ لَكَ ذَنْبَكَ۔ (۲)

”تب تو تیرا غم دور ہوگا اور تیرا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔“

(۱) فاطر، ۳۵: ۱۰

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب صفة القيامة، باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ

أَوَانِي الْحَوْضِ، ۴: ۲۴۵، رقم: ۲۴۵۷

عملِ صلوة و سلام کی دیگر اعمال پر فوقیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل درجہِ محبت میں ہے اور باقی تمام اعمال پر محبت بہر طور فائق و برتر ہے۔ جبکہ دیگر عبادات جو اطاعت کی نمائندگی کرتی ہیں محبت سے کم تر درجے میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شب و روز ہمہ وقت اطاعت میں منہمک رہنے والے پاکباز بندے بھی عجزِ عبادت کی بلند یوں کو چھو لینے کے بعد بھی بصدِ عجز و نیاز یہی کہتے ہیں:



مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔^(۱)

”تیری عبادت کرنے کا جو حق تھا وہ ہم سے ادا نہیں ہو سکا۔“

جب اللہ کے انتہائی مقرب اور پاکباز بندوں کا یہ حال ہے تو عام لوگ کس قطار و شمار میں ہیں؟ لیکن محبت ایک ایسی اکسیر ہے جو مسِ خام کو کندن بنا دیتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

مَتَى السَّاعَةُ؟

”یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا:

وَمَاذَا أَعَدَدْتَ لَهَا۔

”تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟“

اس نے عرض کیا:

لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أَحْبَبْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ صلی اللہ علیہ وسلم۔

”کچھ نہیں مگر یہ کہ میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔“

(۱) طبرانی، المعجم الكبير، ۲: ۱۸۴، رقم: ۱۷۵۱

حضور نبی اکرم ﷺ نے جواباً فرمایا:

أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ - (۱)

”تجھے اسی کی معیت نصیب ہوگی جس سے تجھے محبت ہے۔“

صاف ظاہر ہے کہ مذکورہ صحابی رسول ﷺ نے اپنے اعمال کی کمی اور کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اطاعت و عبادات کا توشہ میرے پاس بہت کم ہے۔ وہ بزرگم خویش یہ سمجھا کہ کلی نجات و بخش کا دار و مدار صرف اعمال و اطاعت پر ہے اس نے اطاعت کو بہت اہمیت بلکہ محبت پر فوقیت دی اور کہا کہ عبادت کی کمی کے باوجود میں محبت سے ضرور بہرہ ور ہوں اور میرے دل میں خدا اور رسول ﷺ بسے ہوئے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی غلط فہمی دور فرمادی اور یہ بات واضح کر دی کہ محبت اطاعت کی کمی پوری کر دیتی ہے اس لیے اس محبت کی وجہ سے تمہاری ہر قسم کی خامیوں کی تلافی ہو جائے گی اور اس محبوب تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے جس کے تم فکر مند اور بے قرار ہو اور سمجھتے ہو کہ اطاعت ہی قرب و وصال حق کا ذریعہ ہے۔ حدیث مبارکہ میں موجود جواب اور اس کی تفصیلات اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ محبت ہر کمی کا علاج ہے اور ہر خامی کا مداوا ہے، یہ نہ صرف اطاعت کی خامی کا ازالہ کرتی ہے بلکہ اس کی قبولیت اور پذیرائی کو بھی حتمی اور یقینی بنا دیتی ہے۔

آیتِ صلوة کے اہم تفسیری نکات

رود و سلام وہ عبادت ہے جس کو فنا نہیں بلکہ بقا اور دوام ہے۔ اس حقیقت کو

(۱) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقبِ عُمَرَ بْنِ

الْخَطَّابِ، ۳: ۱۳۴۹، رقم: ۳۴۸۵

۲- مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلوة والآداب، باب المرء مع من

أحب، ۴: ۲۰۳۲، رقم: ۲۶۳۹

درج ذیل آیت کریمہ کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا^(۱)

’بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے
ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا
کرو‘

۱۔ درود و سلام دائمی عمل ہے

علم النحو کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس آیت کریمہ میں جملہ اسمیہ ہے، جملہ
فعلیہ نہیں۔ دونوں جملوں کا نحوی تعریفات کی روشنی میں تقابلی جائزہ لیا جائے تو درود و سلام
کا دائمی ہونا بڑی حد تک ثابت ہو جاتا ہے۔ یہاں ہم جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کا فرق واضح
کرتے ہیں۔

جملہ فعلیہ اور اسمیہ میں فرق

جملہ فعلیہ کسی نہ کسی زمانے کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ زمانے تین ہیں: جو گزر
گیا وہ ماضی ہے، جو موجود ہے وہ حال ہے اور جو ابھی آئے گا وہ مستقبل ہے۔ ان تینوں
زمانوں میں فعل کسی نہ کسی زمانے پر ضرور دلالت کرتا ہے۔ مثلاً عربی زبان میں فعل
مضارع، حال اور مستقبل دونوں زمانوں پر دلالت کرتا ہے اور اگر فعل ماضی ہو تو وہ صرف
زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے۔ حال اور مستقبل اس کے معنوی دائرے سے باہر ہوتے
ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ فعل خواہ کسی شکل میں ہو کوئی نہ کوئی زمانہ ضرور اس کے دائرہ
سے باہر ہوتا ہے۔ زمانہ ایک عارضی شے ہے ابدی اور مستقل نہیں کہ ہر فعل اس کے منہوم

و معنی کے دائرے میں آسکے۔ فرض کریں اگر فعل ماضی تھا تو وہ گزر گیا اب موجود نہیں اور اگر وہ حال و مستقبل ہے تو اب ہے اور مستقبل میں ہوگا لیکن ماضی میں نہ تھا۔ گویا فعل یا گزر جاتا ہے یا اسے بعد میں آنا ہوتا ہے اسے دوام مثبت اور قرار حاصل نہیں ہوتا۔

جملہ فعلیہ کے برعکس جملہ اسمیہ کسی زمانے کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام زمانوں پر حاوی ہوتا ہے اور زمانہ ماضی اور ہر صورت میں زمانہ حال و مستقبل کے ساتھ اس کا تعلق یکساں طور پر قائم ہوتا ہے۔ اس لئے جب عارضی شان والا فعل بھی اس میں استعمال ہوتا ہے اور جملہ اسمیہ کا جزو بنتا ہے تو اس کے اندر بھی شان دوامیت پیدا ہو جاتی ہے اور اسم کے ساتھ مل کر تینوں زمانوں کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ کوئی زمانہ بھی اس سے مراد لیا جاسکے۔ اس کے عارضی اور ناپائیدار ہونے کا سوال ہی نہیں کہ وہ پائیدار کے ساتھ مل کر خود بھی پائیدار اور ہر زمانے کے ساتھ دائمی تعلق قائم کرنے کے قابل ہو جاتا ہے گویا جملہ اسمیہ ایک مؤثر عامل ہے جو فعل کے نقصان اور عارضی پن کو اپنے جوہر کے اثر سے فنا کر دیتا ہے جملہ اسمیہ کا یہی وہ خاص پہلو ہے کہ حق تعالیٰ نے درود و سلام کا حکم دیتے وقت اسے اختیار فرمایا ہے۔

جملہ اسمیہ کے استعمال سے یہ حقیقت کبریٰ واضح کرنا مقصود ہے کہ لوگو! قدرتِ خداوندی سے کئی افعال صادر ہوتے ہیں مثلاً کوئی فعل زمانہ ماضی میں سرزد ہوا، اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ کوئی اب حال میں صادر ہو رہا ہے پہلے اس کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا وہ فعل جو حضور نبی اکرم ﷺ پر صلوة و سلام سے متعلق ہے وہ جب سے زمانہ بنا ہے، اللہ تعالیٰ اس وقت سے اپنے نبی ﷺ پر صلوة بھیج رہا ہے اور جب تک زمانہ رہے گا تب تک صلوة بھیجتا رہے گا۔ یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر صلوة بھیجنا نہ صرف زمانہ ماضی کے ساتھ خاص تھا نہ زمانہ حال کے ساتھ خاص ہے اور نہ مستقبل کے ساتھ خاص ہوگا بلکہ یہ وہ فعل ہے جو وقت کی پہلی اکائی سے شروع ہو کر آخری اکائی کے بعد تک جاری رہے گا۔ یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس میں کبھی بھی انقطاع نہ آیا اور نہ آئے گا۔

۲۔ لفظِ صلوة میں قرب و وصال کا معنی

يُصَلُّونَ کا لفظ صلوة سے نکلا ہے۔ اس کا مادہ اشتقاق ”صل ل و“ یا ”صل ل ی“ ہے۔ اس مادہ کی ایک خاص خوبی یا حیرت انگیز علمی کمال یہ ہے کہ یہ مادہ اسی ترتیب کے ساتھ بلکہ کہیں بدلی ہوئی ترتیب کے ساتھ بھی کسی جگہ پایا جائے تو اس میں اجتماع و انضمام اور میل ملاپ کا معنی ضرور موجود ہوتا ہے۔ جیسے لفظ ”صلی“ میں اصل مادہ کے حروف موجود ہیں۔ اس کے معانی آگ تاپنا، ہاتھ سینکنا اور ساتھی ہونا کے ہیں۔^(۱)

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَيَصْلَىٰ نَارًا اِذَا تَلَّهَبِ ۝ (۲)

”عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ (۳)

”دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے“

ذیل میں لفظ ”صلوة“ کے مادے کی بدلی ہوئی ترتیب چند مثالوں سے واضح کرتے ہیں:

صَالَ کا معنی ہے حملہ کرنا جیسے بلی، شیر یا کوئی بھی جانور شکار کے لیے جسم کو سیٹھ لیتا ہے اور قوت مجتمع کر کے حملہ آور ہوتا ہے۔^(۴)

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۴: ۱۲۸

(۲) اللہب، ۳: ۱۱۱

(۳) الغاشية، ۴: ۸۸

(۴) ابراہیم انیس، المعجم الوسيط، ۱: ۵۲۹

مِصْلُوَّةٌ جھاڑو کو کہتے ہیں۔ (۱)

اور کھلیان کے ارد گرد بکھرے ہوئے اناج کو جمع کرنے اور ڈھیر کے قریب لانے کو تصویل کہتے ہیں۔ (۲)

غرض ہر صورت میں جمع و انضمام کے معنی لفظ صلوة میں موجود ہیں۔ اسی طرح لَوَاصٌ بھی اسی مادے کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ لَوَاصٌ فالودہ کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں شربت، کھویا، برف، نشاستہ کے لچھے اور گلاب یا روح کیوڑہ کو جمع کیا جاتا ہے۔ شہد کو بھی لَوَاصٌ ہی کہتے ہیں کیونکہ اسے بھی چھتے میں جمع کیا جاتا ہے۔ (۳) وصل اس مادے کی آخری ممکنہ صورت ہے جس کا معنی ہے کسی سے اس کے پاس پہنچ کر ملنا اور وصیلہ اس اونٹنی یا بکری کو کہتے ہیں جو ہر بار جڑواں بچے دے۔ (۴)

ہم نے دیکھا کہ یہ مادہ جس شکل میں بھی موجود ہو اس میں میل ملاپ کا معنی ضرور پایا جاتا ہے۔ صلوة کو اگر نماز کے معنی میں لیں تو یہ معنی وہاں بھی اپنی بہترین اور حسین ترین صورت میں کارفرما نظر آتا ہے کیونکہ نمازی مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور نماز میں خشوع و خضوع کے ذریعے جمعیت خاطر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ نماز بہت سی برکات کی جامع ہے۔ اگر صلوة کو دعا کے معنی میں لیں تو جمع کے معنی سے یہ صورت بھی خالی نہیں کہ دعا میں انسان دین و دنیا کی ظاہری و باطنی تمام نعمتوں کو سمیٹنا چاہتا ہے۔

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۳۸۸

۲- ابراہیم انیس، المعجم الوسیط، ۱: ۵۲۹

(۲) ابراہیم انیس، المعجم الوسیط، ۱: ۵۲۹

(۳) ابن منظور، لسان العرب، ۷: ۸۸

(۴) ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۳۸۲

۳۔ ہر لمحہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قرب و وصالِ حق میں اضافہ

مذکورہ بالا لغوی تحقیق کی روشنی میں لفظ صلوة کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو ہر لمحہ اپنا قرب و وصال عطا فرما رہا ہے، کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں مزید قرب کی منزلیں طے نہ ہوتی ہوں۔ شبِ معراج اس نے اپنے محبوب کو جلوۂ حق دکھایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ (۱)

”پھر وہ (رب العزت نے اپنے حبیب محمد ﷺ سے) قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا ۝ پھر (جلوۂ حق اور حبیب مکرم ﷺ میں صرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس سے بھی کم (ہو گیا) ۝“

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو وہ قرب عطا کیا جس کی دنیائے عشق و محبت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ وصل اور قرب کے اس حسین تسلسل میں مداومت ہے یہ اب بھی جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ اس لیے قرب کی یہ منزلیں اسی طرح بدستور طے ہوتی رہیں گی۔

صلوة و سلام کے پسندیدہ کلمات

درج ذیل احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ خود حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو صلوة و سلام کا طریقہ سکھادیا تھا:

۱۔ حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے: جب حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! آپ کی خدمت میں سلام بھیجنے کی فضیلت تو ہمیں معلوم ہے لیکن ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہا کرو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ.

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔^(۱)

’اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسے تو نے
درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ ﷺ کی آل پر بیشک تو بہت
تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت دے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
کو اور آل محمد ﷺ کو جیسے تو نے برکت دی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ
ﷺ کی آل کو بیشک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔“

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں
عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! آپ پر سلام تو بھیجتے ہیں لیکن ہم آپ ﷺ پر
درود کس طرح بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ۔^(۲)

’اے اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیج جو تیرے بندے اور رسول ہیں

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب الدعوات، باب الصلاة على النبي ﷺ، ۵:

۲۳۳۸، رقم: ۵۹۹۶

(۲) بخاری، الصحيح، کتاب الدعوات، باب الصلاة على النبي ﷺ، ۵:

۲۳۳۹، رقم: ۵۹۹۷

جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا اور برکت نازل فرما حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی۔‘

اس درود و سلام کے بھیجنے میں فعل اور فاعل کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کے درج ذیل دو اسباب ہیں:

۱۔ پہلا سبب یہ ہے کہ اگر فعل و فاعل کا ذکر ہو تو پھر یہ ہماری طرف سے ہوگا مگر رب ذوالجلال کا منشاء یہ ہے کہ درود و سلام ہر ایک کا قبول ہو جائے۔ اگر فعل اور فاعل دونوں مذکور ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ اس بارگاہ کے لائق ہے اور اچھا ہے اس کا قبول ہو جائے اور جو نالائق ہے اور بُرا ہے اس کا رد ہو جائے۔

۲۔ درود و سلام میں فعل اور فاعل کے ذکر نہ کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ فعل و فاعل سب عارضی ہیں جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنا دائمی عمل ہے۔ فعل تین ہیں۔ ماضی، حال یا مستقبل، جب فعل حال ہو تو ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا اور مستقبل کے آنے سے ماضی اور حال کا وجود ختم ہو جاتا ہے تو گویا فعل کوئی بھی ایسا نہیں جو بیک وقت ماضی حال اور مستقبل سب زمانوں پر حاوی ہو۔ فعل زمانے کے ساتھ خاص ہے اور زمانے کو فنا ہے، درود و سلام وہ عبادت ہے جس کو فنا نہیں بلکہ بقا اور دوام ہے۔ اس لئے درود و سلام میں فعل کو داخل ہی نہیں کیا۔ مثلاً: زید پانی پی رہا ہے تو یہ فعل اس وقت کو حاوی ہے جب تک پانی پینے کا عمل جاری ہے لیکن یہ ایک ایسی کیفیت ہے کہ نہ یہ ایک لمحہ قبل فعل تھا نہ ایک لمحہ بعد فعل ہوگا۔ جو بھی فعل استعمال میں لے آئیں وہ ماضی، حال یا مستقبل ہوگا مگر اسے دوام حاصل نہیں ہوگا کیونکہ ہر فعل زمانے کا پابند ہے اور زمانے کو فنا ہے اس لئے ہر فعل بھی فنا کی زد میں ہے۔

ستر ہزار فرشتوں پر مشتمل محفلِ درود و سلام

درود و سلام کے دائمی ہونے کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے روضہ انور پر ہر روز ستر (۷۰) ہزار فرشتے فجر کے وقت آتے ہیں، وہ رات کو واپس چلے جاتے ہیں، پھر اگلے ستر ہزار فرشتے رات کو آتے ہیں اور نماز فجر میں شرکت کے بعد واپس لوٹ جاتے ہیں۔ یہ ملائکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کا طواف کرتے ہیں، برکت اور نور کے حصول کے لئے اپنے پروں کو روضہ انور سے مس کرتے ہیں اور بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں اجتماعی طور پر درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ امام ابن المبارک علیہ الرحمہ حضرت کعب ؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

ما من فجر يطلع إلا هبط سبعون ألف ملك يضربون القبر بأجنتهم و يحفون به فيستغفرون له، و أحسبه قال: و يصلون عليه حتى يمسوا فإذا أمسوا عرجوا و هبط سبعون ألف ملك، يضربون القبر بأجنتهم و يحفون به و يستغفرون له، و أحسبه قال: و يصلون عليه حتى يصبحوا، و كذلك حتى تكون الساعة، فإذا كان يوم القيامة خرج النبي ﷺ في سبعين ألف ملك۔^(۱)

”ہر روز صبح سویرے ستر ہزار ملائکہ (آسمان سے زمین پر) اترتے ہیں، وہ اپنے پر (تبرکاً آپ ﷺ کی) قبر انور سے مس کرتے، اُسے ڈھانپ لیتے ہیں اور آپ ﷺ (کی اُمت) کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ کہنا چاہا کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یہاں تک کہ انہیں (اسی حالت میں) شام ہو جاتی ہے۔ جب شام ہوتی ہے تو وہ (آسمان

(۱) ابن مبارک، الزهد: ۵۵۸، رقم: ۱۶۰۰

کی طرف) لوٹ جاتے ہیں پھر (اُسی طرح دوسرے) ستر ہزار ملائکہ اُترتے ہیں، جو اپنے پَد (تبر کا آپ ﷺ کی) قبر انور سے مس کرتے، اُسے ڈھانپ لیتے ہیں، اور آپ ﷺ کے لئے بلندی درجات کی دُعا کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یہاں تک کہ (اسی حالت میں) صبح کرتے ہیں اور اسی طرح قیامت تک (ملائکہ کی جماعتوں کا یہ سلسلہ) جاری رہے گا، پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو حضور نبی اکرم ﷺ ستر ہزار ملائکہ کے جلو میں (قبر انور سے) باہر تشریف لائیں گے۔“

حرم کعبہ ایسی جگہ ہے جہاں چوبیس گھنٹے عبادت ہوتی ہے۔ ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آتا جس میں لوگ طواف کعبہ، استغفار، تلاوت، نوافل اور درود و سلام جیسی عبادت میں مشغول نہ ہوں۔ اس جگہ عبادت کا یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ یہ چیز اس ایک جگہ کے ساتھ خاص ہے ورنہ پوری کائنات میں کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں جس میں اللہ کا ذکر، تسبیح اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا عمل جاری نہ ہو۔ حرم کعبہ کے دروازے چوبیس گھنٹے انسانوں کیلئے کھلے رہتے ہیں مگر روضہ رسول ﷺ کے دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ بات غیرتِ خداوندی کو گوارا نہیں کہ اس کے گھر میں تو ہر لمحہ عبادت کا عمل جاری رہے اور اس کے محبوب کے روضہ انور پر عبادت کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ”ملائکتہ“ کا معنی ہے کہ تمام فرشتے درود پڑھتے ہیں۔ ملائکہ ”مَلَک“ کی جمع ہے اور ضمیر اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فرشتوں کی کوئی مختصر سی یا خاص جماعت درود و سلام پڑھنے میں مصروف نہیں بلکہ تمام فرشتے اجتماعی صورت میں درود و سلام پڑھنے میں ہمہ وقت مشغول رہتے ہیں اور رب کائنات نے ایک لاکھ چالیس ہزار ملائکہ چوبیس گھنٹے کیلئے متعین کر کے یہ اہتمام فرما دیا کہ دروازے بند ہوں یا کھلے، انسان اندر رہیں یا نہ رہیں مگر ستر

ہزار ملائکہ محفل کی شکل میں ہر لمحہ میرے محبوب ﷺ پر درود و سلام میں مصروف رہیں۔ اس طرح یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ درود و سلام کا سلسلہ وقت کی کسی ساعت میں کبھی منقطع نہ ہونے پائے۔

درود و سلام عبادت کا صلہ ہے

نماز سب عبادتوں کی معراج اور افضل العبادات ہے۔ یہ بات توجہ طلب ہے کہ ہر عبادت میں توجہ خاص اللہ کی طرف مرکوز ہوتی ہے مگر درود و سلام جو تمام عبادت کا مغز ہے اس میں توجہ کا ارتکاز الی الرسول ہوتا ہے۔ تمام رکعات کی ادائیگی کے بعد جب عبادت کی تکمیل ہو جاتی ہے تو صرف نماز سے نکلنا باقی رہ جاتا ہے۔

دنیوی قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک مزدور اپنا کام مکمل کر لیتا ہے تو وہ انتظار کرتا ہے کہ مالک اسے کیا مزدوری دیتا ہے؟ ایک شخص نوکری کرتا ہے تو مہینے کے آخر پر اسے تنخواہ کا انتظار ہوتا ہے، ایک طالب علم دن رات محنت کر کے امتحان سے فارغ ہو کر نتیجے کا منتظر رہتا ہے۔ اسی طرح جب نماز کے عروج پر مزدوری لینے کا وقت آتا ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس طرح بندہ حکم خداوندی کی تعمیل میں دوران نماز حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ نقطہ غور طلب ہے کہ نماز ایسی عبادت ہے کہ ایک لمحہ بھی توجہ اللہ سے ہٹ جائے تو ٹوٹ جاتی ہے، مثلاً: اگر کوئی نماز پڑ رہا ہو اسی دوران کوئی بزرگ سلام کہہ دے اور وہ جواب میں دوران نماز ہی اس شخصیت کے ادب و احترام کے باعث و علیکم السلام کہہ دے تو نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ غیرت خداوندی کو گوارا نہیں کہ دوران عبادت دھیان کسی غیر کی طرف ہو جائے لیکن جب نماز ختم کرنی ہو تو صرف چہرہ دائیں بائیں ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اسے خروج عن الصلوٰۃ کہتے ہیں۔ یہ نماز توڑنے یعنی ختم کرنے کا مسنون طریقہ ہے۔ یہاں واضح رہے کہ جو اللہ تعالیٰ دوران نماز چہرہ دائیں بائیں نہیں ہونے دیتا وہ دھیان کیسے ادھر ادھر ہونے دے گا، ایک طرف اس کی غیرت توحید کا یہ عالم ہے کہ دوران نماز کسی کے

سلام کا جواب دینے، کسی کی طرف توجہ اور دھیان کرنے کی اجازت نہیں دیتا جبکہ دوسری طرف نماز عروج پر پہنچتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اب دھیان میرے مصطفیٰ ﷺ کی طرف کر کے درود و سلام پڑھو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جب ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوتے تو کہا کرتے اللہ پر سلام، اس کے بندوں میں سے فلاں فلاں پر سلام، تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یوں نہ کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ پر سلام کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے بلکہ یوں کہا کرو:

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ،
فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ، أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ
الْأَرْضِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ۔^(۱)

”تمام زبانی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں نیز سب بدنی اور مالی بھی۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، جب یوں کہو گے تو اللہ کے ہر بندے کو سلام پہنچ جائے گا۔ خواہ وہ آسمان میں ہو یا آسمان و زمین کے درمیان اور کہو میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔“

یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوران نماز دھیان بھی حضور نبی

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب صفة الصلاة، باب مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ

التَّشَهُدِ وَ لَيْسَ بِوَاجِبٍ، ۲۸۷: ۱، رقم: ۸۰۰

اکرم ﷺ کی طرف کروا دیا اور سلام بھی کروا دیا۔ یہی نہیں بلکہ کلمہ شہادت کے بعد فرمایا: اب میرے حبیب محمد ﷺ پر درود بھی پڑھو اور ان کی آل پر بھی پڑھو۔

الغرض درود و سلام وہ تحفہ ہے جسے رب ذوالجلال نے نماز کی طشتری میں خوبصورت پھلوں کی مانند سجا کے رکھا ہے جسے وہ نمازی کو عبادت کے صلہ میں عطا فرماتا ہے۔



فضائل و برکاتِ درود و سلام

درود و سلام اللہ تعالیٰ کی ان بابرکت نعمتوں میں سے ہے جو اپنے دامن میں بے پناہ فیوض و برکات سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ ایسی لازوال دولت ہے کہ جسے مل جائے اس کے دین و دنیا سنور جاتے ہیں۔ درود و سلام محبوب خدا کی تعریف، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خزانہ، گناہوں کا کفارہ، بلندی درجات کا زینہ، قرب خداوندی کا آئینہ، خیر و برکت کا سفینہ ہے۔ مجلس کی زمینت، تنگ دستی کا علاج، جنت میں لے جانے والا عمل، دل کی طہارت، بلاؤں کا تریاق، روح کی مسرت، روحانی پریشانیوں کا علاج، غربت و افلاس کا حل، دوزخ سے نجات کا ذریعہ اور شفاعت کی کنجی ہے۔

احادیث مبارکہ میں درود و سلام کے بے شمار فضائل و برکات کا ذکر ملتا ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ درود و سلام قربِ مصطفیٰ ﷺ کا ذریعہ ہے

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت و محبت جزو ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ درود و سلام پڑھنا و محبتِ رسول ﷺ کی دلیل ہے۔ کثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کو روز قیامت قربِ رسول ﷺ کی نعمت سے فیض یاب کیا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَوْلَى النَّاسِ بِى يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً - (۱)

”قیامت کے روز لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو اس دنیا میں کثرت سے مجھ پر درود بھیجتا ہے۔“

۲۔ درود و سلام روحانی و جسمانی پاکیزگی کا باعث ہے

درود و سلام وہ پاکیزہ عمل ہے جو انسان کے تن اور من کو ہر قسم کی آلائشوں، کثافتوں اور آلودگیوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ عَلَيَّ زَكَاةٌ لَكُمْ - (۲)

”مجھ پر درود پڑھا کرو۔ بلاشبہ مجھ پر (تمہارا) درود پڑھنا تمہارے لئے (روحانی و جسمانی) پاکیزگی کا باعث ہے۔“

۳۔ درود و سلام شرفِ زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا وسیلہ ہے

درود و سلام کی سب سے بڑی فضیلت اور خصوصیت یہ ہے کہ کثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کو خواب یا حالتِ بیداری میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ زیارت النبی ﷺ بہت بڑی سعادت ہے جو ہر ایک کو میسر نہیں آتی بلکہ خال خال ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے، یہ صرف ان لوگوں کو میسر آتی ہے جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلَاة

علی النبی ﷺ، ۱: ۴۹۵، رقم: ۴۸۴

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲: ۲۵۳، رقم: ۸۷۰۴

۲۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۱۱: ۲۹۸، رقم: ۶۴۱۴

کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت و محبت ہو اور جو خلوص و محبت کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے اسے آپ ﷺ کا دیدار نصیب ہوگا۔

حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مومن جمعہ کی رات دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ۲۵ مرتبہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھے، پھر ہزار مرتبہ یہ درود پڑھے اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ تو آنے والے جمعہ سے پہلے خواب میں میری زیارت کرے گا۔ جو میری زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔“ (۱)

۴۔ درود و سلام نزولِ رحمتِ خداوندی کا باعث ہے

درود و سلام کا ورد رحمتِ خداوندی کا خزانہ ہے۔ جو شخص خلوص دل سے درود و سلام کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرماتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم اس کے محبوب کی صرف تھوڑی سی تعریف کرتے ہیں تو وہ ہمیں اپنی رحمتوں کے خزانے سے مالا مال کر دیتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔ (۲)

”جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل

(۱) طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۱۷۳، رقم: ۶۱۱۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصلاة، باب الصلوة علی النبی ﷺ

بعد التشہد، ۱: ۳۰۶، رقم: ۴۰۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الوتر، باب ما جاء فی فضل

الصلوة علی النبی ﷺ، ۱: ۴۹۶، رقم: ۴۸۵

فرمائے گا۔“

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف ہوں گے اور دس درجے بلند کئے جائیں گے۔“ (۱)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) منافقت اور آگ (دونوں) سے آزادی لکھ دیتا ہے اور روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے ساتھ ٹھکانہ عطا فرمائے گا۔“ (۲)

۴۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو درود بھیجنے کی مدت تک فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اب بندہ کی مرضی ہے چاہے کم بھیجے یا زیادہ۔“ (۳)

۵۔ درود و سلام گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اس کی رحمت بندوں کی بخشش کے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا بھی انہی بخشش کے بہانوں میں سے ایک ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب السنہ، باب الفضل فی الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۳: ۳۵، رقم: ۱۲۹۷

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۱۱۵، رقم: ۷۲۳۱

(۳) ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسننة فیہا، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱: ۴۹۰، رقم: ۹۰۷

اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب (اللہ تعالیٰ کے لئے) محبت رکھنے والے دو بندے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے سے پہلے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“^(۱)

۶۔ درود و سلام دنیا کے غموں کا مداوا ہے

درود و سلام دنیا کے دکھوں اور غموں کا علاج ہے۔ دنیا میں دکھ اور سکھ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ مگر بعض اوقات دکھ اور غم انسان کو اس حد تک گھیر لیتے ہیں کہ زندگی کے دن گزارنا مشکل ہو جاتے ہیں یعنی قدم قدم پر کوئی نہ کوئی رکاوٹ اور مصیبت سر اٹھا لیتی ہے جو بے سکونی اور رنج و الم کا باعث بنتی ہے۔ ایسے حالات میں غموں سے چھٹکارا پانے کیلئے درود و سلام بہت مؤثر اور اکیسر نسخہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھتا ہوں۔ میں اپنی دعا کا کتنا حصہ آپ پر درود کے لئے مقرر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تم پسند کرو۔ میں نے عرض کیا: ایک چوتھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا آدھا حصہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی؟ فرمایا: اس میں بھی اضافہ کر دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی ساری دعا (کا وقت) آپ پر درود کے لئے وقف کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا تَغَفَى هَمَّكَ، وَيُعْفِرُ لَكَ ذَنْبَكَ۔^(۲)

”تب تو تیرا غم دور ہوگا اور ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔“

(۱) أبو یعلیٰ، المسند، ۵: ۳۰۴، رقم: ۲۹۶۰

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في صفة

أواني الحوض، ۴: ۲۴۵، رقم: ۲۴۵۷

۷۔ درود و سلام قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں اور التجاؤں کو سنتا ہے اور انہیں شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔ دعا کی قبولیت کا امکان اس وقت بڑھ جاتا ہے جب اس میں اللہ ﷻ کی حمد و ثنا کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھی شامل کر لیا جائے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں رونق افروز تھے۔ جب میں نماز پڑھ کر بیٹھ گیا تو پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا پھر اپنے لئے دعا مانگی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَلْ تُعْطَهُ، سَلْ تُعْطَهُ۔^(۱)

”مانگ تجھے عطا کیا جائے گا، مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔“

۲۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا، اس نے نماز ادا کی اور کہا: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاَرْحَمْنِي اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نمازی تو نے عجلت سے کام لیا۔ جب تو نماز پڑھ چکا تھا تو بیٹھ کر (پہلے) اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا، پھر مجھ پر درود بھیجتا اور دعا مانگتا۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد ایک اور شخص نے نماز پڑھی پھر اس نے اللہ کی حمد بیان کی اور اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب السفر، باب ما ذُكِرَ فِي التَّنَائِ عَلِي

اللّٰهُ وَالصَّلَاةَ عَلَي النَّبِيِّ ﷺ، ۱: ۵۸۸، رقم: ۵۹۳

أَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تَجِبْ- (۱)

”اے نمازی! دعا کر تمہاری دعا قبول ہوگی۔“

۸۔ درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کا خود درود بھیجنا

اللہ تعالیٰ اپنے بعض درود پڑھنے والے بندوں پر اپنی شان کے مطابق درود بھیجتا ہے، ان پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس عمل میں اس کے فرشتے بھی شریک ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (۲)

”وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے“
درود و سلام پڑھنے کی برکت کا اندازہ اس بات سے ہو رہا ہے کہ اللہ رب العزت درود پڑھنے والے پر خود درود بھیجتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری سنائی کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے:

مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ- (۳)

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب جامع الدعوات عن

النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۵: ۴۶۳، رقم: ۳۴۷۶

(۲) الاحزاب، ۳۳: ۴۳

(۳) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۷۳۵، رقم: ۲۰۱۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۹۳، رقم: ۱۶۶۲

”جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے میں اس پر درود پڑھتا ہوں اور جو کوئی آپ کو سلام عرض کرتا ہے میں اس پر سلام بھیجتا ہوں۔“

درود و سلام کی قبولیت کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ درود پڑھتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ص فرماتے ہیں:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ النَّبِيِّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَاةً. (۱)

”جو کوئی حضور نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ درود (بصورتِ رحمت) بھیجتے ہیں۔“

۹۔ یوم جمعہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت

جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرتِ درود و سلام کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس دن اور رات میں درود و سلام پڑھنے سے متعلق کثرت کے ساتھ احادیث مروی ہیں۔

۱۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی میں ان کی روح قبض کی گئی اور اسی میں صور پھینکا جائے گا اور اسی میں سب بیہوش ہوں گے۔ پس اس روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! اس وقت بھلا ہمارا درود پڑھنا کس طرح پیش ہوگا جبکہ آپ رحلت

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۸، رقم: ۶۷۵۴

فرما چکے ہوں گے؟ یعنی مٹی (میں دفن) ہو چکے ہوں گے آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے جسموں کو زمین پر حرام فرما دیا ہے۔“ (۱)

۲۔ حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَكثَرُوا عَلِيَّ الصَّلَاةَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يَصَلِّي عَلِيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ۔ (۲)

”مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو پس جو کوئی جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔“

۳۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَكثَرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُمُعَةٍ فَإِنْ صَلَاةٌ أَمْتِي تَعْرُضُ عَلَيَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُمُعَةٍ فَمَنْ كَانَ أَكْثَرَهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً كَانَ أَقْرَبَهُمْ مِنِّي مَنزَلَةً۔ (۳)

”جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ ہر جمعہ کو امت کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جو درود خوانی میں بڑھا ہوا ہوگا وہی درجہ میں مجھ سے قریب تر ہوگا۔“

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱) ابن ماجہ، السنن، کتاب الجنائز، باب ذِکْرِ وَقَاتِهِ وَدَفْنِهِ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲: ۳۰۴، رقم: ۱۶۳۶

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۴۵۷، رقم: ۳۵۷۷

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۱۰، رقم: ۳۰۳۰

(۳) بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۱۰، رقم: ۳۰۳۲

سامنے کھڑا تھا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ کے روز جو شخص مجھ پر اسی (۸۰) مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ پر کیسے درود بھیجا جائے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہو کہ اے اللہ! درود بھیج محمد اپنے بندے، رسول اور نبی امی پر، اور یہ (اسی مرتبہ درود کا بھیجنا) ایک ہی مجلس میں مکمل کرے۔“ (۱)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الصَّلَاةُ عَلَيَّ نَوْرٌ عَلَى الصَّرَاطِ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً، غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبٌ ثَمَانِينَ عَامًا۔ (۲)

”مجھ پر درود بھیجنا، یہ پل صراط کا نور ہے جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی (۸۰) مرتبہ درود بھیجتا ہے اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكثَرُوا عَلَيَّ الصَّلَاةَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ (الجمعة) فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا وَشَافِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۳)

”مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعرات کی رات کو کثرت سے درود بھیجا کرو پس جو کوئی یہ عمل کرتا ہے میں روزِ قیامت اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔“

www.MinhajBooks.com

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۴۸۹، رقم: ۷۳۲۶

(۲) دیلمی، الفردوس بما ثور الخطاب، ۲: ۴۰۸، رقم: ۳۸۱۴

(۳) بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۱۰، ۱۱۱، رقم: ۳۰۳۳

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہے کہ جمعہ کے دن درود و سلام کی کثرت بہت سی دنیوی و اخروی نعمتوں اور برکتوں کے حصول کا باعث ہے۔

۱۰۔ اذان کے بعد درود و سلام پڑھنے کی فضیلت

اذان کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والے کو بے شمار فیوض و برکات نصیب ہوتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ: ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ. فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا. ثُمَّ سَأَلُوا اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مُنزَلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرَجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ. (۱)

”جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے جنت میں ’وسیلہ‘ کی دعا مانگو کیونکہ وہ جنت کا ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص ”میں“ ہوں گا اور جو شخص میرے لئے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔“

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ حِينَ يُنَادِي الْمُنَادِي اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ النَّامَةُ

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول

المؤذن لمن سمعه ثم يصلى على النبي ﷺ ثم يسأل الله له

الوسيلة، ۱: ۲۸۸-۲۸۹، رقم: ۳۸۴

وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَارْضَ عَنْهُ رِضًا (لَا سُخْطًا) بَعْدَهُ، اسْتَجَابَ اللَّهُ لَهُ دَعْوَتَهُ۔^(۱)

”جس نے اذان سنتے وقت یہ کہا اے میرے اللہ! اے دعوت کامل اور نفع دینے والی نماز کے رب، تو حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج اور میرے ساتھ اس طرح راضی ہو جا کہ اسکے بعد تو (مجھ سے) ناراض نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعا قبول فرما لیتا ہے۔“

حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب اذان سنتے تو یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

”اے میرے رب! اے اس دعوت کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب تو حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج اور قیامت کے روز انہیں انکا اجر عطاء فرما اور حضور نبی اکرم ﷺ یہ کلمات اونچی آواز میں کہتے تاکہ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کو سنا سکیں اور ان پر بھی واجب ہو کہ جب مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنیں تو اس طرح کہیں جس طرح وہ کہتا ہے پھر راوی کہتے ہیں کہ جب کسی نے مؤذن کی اذان سن کر اس طرح کہا تو قیامت کے روز اس پر حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔“^(۲)

۱۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا اظہار آپ ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پر لگانے سے کیا جاتا ہے۔ یہ آپ ﷺ سے عشق و محبت اور عقیدت کی علامت ہے۔ ایک مسلمان کے لئے از بس ضروری ہے کہ جب بھی حضور نبی اکرم ﷺ کا

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳۷، رقم: ۱۴۶۷۴

(۲) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۳۳۳

اسم گرامی سے تو دل و زبان سے تعظیم بجالائے کیونکہ آپ ﷺ کے نام کی برکت سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ اس عمل سے بہت سے انعامات الہیہ بھی حاصل ہوتے ہیں۔ روایات سے ثابت ہے کہ یہ عمل سیدنا آدم علیہ السلام کی سنت ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سلف صالحین کا بھی یہی معمول تھا۔ آج بھی اس پر عمل اسی اتباع سنت کا آئینہ دار ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ ناز میں ایسا عمل کرنے والا محبوب ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا قطعی طور پر جایز ہے اور اس کے جواز پر ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک اقوال و افعال علماء سلف موجود ہیں:

(۱) ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کا عمل

تاجدار کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث مبارکہ میں ہے:

”حضرت آدم علیہ السلام کو سید کائنات ﷺ سے ملاقات کا شوق ہوا جبکہ وہ جنت میں تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انکی طرف وحی فرمائی کہ نبی آخر الزمان ﷺ آپکی پشت میں سے ہونگے۔ ان کا ظہور آخری زمانہ میں ہوگا۔ آدم علیہ السلام ابھی جنت میں تھے تو آپ نے حضور ﷺ سے ملاقات کے بارے میں التجا کی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی طرف وحی فرمائی اور نور محمدی ﷺ کو آپ کی (دائیں ہاتھ کی) مسبحہ انگلی میں پیدا فرمایا تو انہوں نے اس نور کی تسبیح فرمائی اس وجہ سے اس انگلی کو مسبحہ کا نام دیا گیا جیسا کہ الروض الفائق میں بیان ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے جمال کو آپ علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں آئینہ کی طرح ظاہر فرمایا جس پر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور اپنی آنکھوں سے مس فرمایا

چنانچہ یہ آپکی اولاد کے لیے سند بن گئی۔ جب جبرئیل عليه السلام نے حضور ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان میں میرا نام سنا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر انھیں دونوں آنکھوں پر لگایا تو وہ کبھی بھی اندھا نہیں ہوگا۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو بکر صدیق رضي الله عنه کا عمل

اذان میں جب مؤذن ”أشهد أن محمدا رسول الله“ کہے تو جو شخص سے اس کا اپنے انگوٹھوں کو اسم محمد ﷺ پر چوم کر آنکھوں پر رکھنا خلیفۃ الرسول ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضي الله عنه کا عمل ہے۔ امام سخاوی علیہ الرحمۃ مقاصد الحزنہ میں فرماتے ہیں:

”مؤذن سے اذان میں أشهد أن محمدا رسول الله سن کر انگشتان شہادت کو پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ پڑھنا أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَضِيَتْ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا ﴿﴾ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے نیک بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں اور میں اللہ سے راضی ہوں کہ وہ رب ہے اور اسلام دین ہے اور محمد ﷺ سے کہ وہ اللہ کے پیارے نبی ہیں۔ ﴿﴾ دلیلی نے اس حدیث کو القردوس بمانثور الخطاب میں حضرت ابو بکر رضي الله عنه سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے مؤذن کو أشهد أن محمدا رسول الله کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور دونوں انگشتان شہادت کے پوروں کو چوم کر آنکھوں سے ملا یا یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے پیارے دوست کی طرح عمل کیا اس پر میری شفاعت حلال ہوگی۔“ (۲)

(۱) اسماعیل حقی، روح البیان، ۷: ۲۲۹

(۲) ملا علی قاری، الموضوعات الكبرى: ۳۱۶، رقم: ۴۵۳

ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا حدیث پر تبصرہ

ملا علی قاری علیہ الرحمہ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
 ”اور اگر یہ عمل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ثابت عمل ہے تو اس پر عمل کرنا کافی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم پر میرے بعد میری سنت اور سنت خلفائے راشدین لازم ہے۔“^(۱)

(۳) قدیم مصری عالم کا عمل

امام سخاوی علیہ الرحمہ المقاصد الحسنہ میں بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:
 ”شمس محمد بن صالح المدنی علیہ الرحمہ امام وخطیب مسجد مدینہ طیبہ نے اپنی تاریخ میں قدماء مصریین میں سے کسی بزرگ مجد علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک اذان میں سن کر ان پر درود پڑھا اور انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر اس کو چوما اور پھر اپنی آنکھوں پر ملا تو وہ کبھی آشوب چشم میں مبتلا نہ ہوگا۔“^(۲)

(۴) عراقی اور عجمی شیوخ کا عمل

ابن صالح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:
 ”میں نے فقیر محمد بن الزرندی سے سنا، جنہوں نے بعض شیوخ عراق یا عجم کے راویوں سے پوچھا کہ وہ جب آنکھوں پر انگوٹھے ملتے تو کہتے صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ، یا حبیب قلبی، و یا نور بصری، و یا نور قرۃ عینی تو ان دونوں شیوخ میں سے کسی نے مجھ سے کہا کہ جب سے میں نے یہ عمل کیا ہے میری آنکھوں میں کبھی درد نہ ہوا۔“^(۳)

(۱) عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۲۷۰، رقم: ۲۲۹۶

(۲) سخاوی، المقاصد الحسنہ، ۳۸۴، رقم: ۱۰۲۱

(۳) سخاوی، المقاصد الحسنہ، ۲۸۴، رقم: ۱۰۲۱

۵۔ شمس محمد بن صالح المدنی کا عمل

ابن صالح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

أنا و لله الحمد والشكر منذ سمعته منهما استعملته فلم ترمد
عيني و ارجو ان ترني تدموم وأنى أسلم من العمى ان شاء الله
تعالى۔^(۱)

”حمد و شکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جب سے میں نے ان دونوں شیوخ سے سنا ہے، میں اسی پر عمل پیرا ہوں اور آج تک میری آنکھوں میں درد نہ ہوا اور میں امید رکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں ہمیشہ درست رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہیں ہوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔“

۱۲۔ اسم محمد ﷺ کو بوسہ دینے کی برکات

حضور نبی اکرم ﷺ کا نام سن کر بوسہ دینے کی بے شمار برکات ہیں، جن میں سے ایک کا ذکر ائمہ نے خاص طور پر کیا ہے وہ آنکھ کی تمام بیماریوں سے شفا یاب ہونا ہے، اسے خصوصاً اندھے پن اور آشوب چشم سے نجات ملتی ہے۔ چند ائمہ کرام کے اقوال، واقعات اور مشاہدات درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت وہب بن منبہ کا قول

حضور نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کا بوسہ لینے کے حوالے سے وہب بن منبہ علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت گنہگار تھا جس نے سو برس تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کو لوگوں نے گندگی کے ڈھیر میں پھینک دیا:

(۱) سخاوی، المقاصد الحسنہ، ۱: ۲۸۴، رقم: ۱۰۲۱

”پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اُس شخص کو وہاں سے نکالو اور اُس پر نماز پڑھو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ وہ شخص سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا۔ ارشاد ہوا: یہ سچ ہے، لیکن اس کی عادت تھی کہ جب تورات کو کھولتا اور محمد کے نام کو دیکھتا تو بوسہ دے کر اُس کو آنکھوں پر رکھ لیا کرتا تھا۔ اس لئے میں نے اس شخص کو اس مبارک عمل کا صلہ اس طرح دیا کہ اُس کو بخش دیا اور ستر حوریں اُس کے نکاح میں دیں۔“ (۱)

یہ ادبِ مصطفیٰ ﷺ کا صلہ تھا جو کچھلی امت کے ایک گنہگار فرد کو بخشش و عنایت کی صورت میں دیا گیا۔ تو حضور ﷺ کے غلام اگر آپ ﷺ کے نام مبارک کی تعظیم کرتے ہوئے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائیں گے تو ان پر عنایات خداوندی کا عالم کیا ہوگا۔

(۲) حضرت خضر علیہ السلام کی روایت

حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جس شخص نے مؤذن سے یہ سنا اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور وہ شخص اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو چومتے ہوئے یہ کہے مرحبا بحیسی وقرة عینی محمد بن عبد اللہ ﷺ۔ تو نہ کہی وہ اندھا ہوگا اور نہ کہی آشوب چشم میں مبتلا ہوگا۔“ (۲)

(۳) شمس محمد بن ابی نصر البخاری علیہ الرحمہ کا قول

طاؤس علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے شمس محمد بن ابی نصر البخاری علیہ الرحمہ سے حدیث سنی: جس شخص نے مؤذن سے کلمۃ شہادۃ (اشہد ان محمدًا رسول اللہ) سنی

(۱) حلی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۸۳

(۲) سخاوی، المقاصد الحسنہ: ۳۸۳، رقم: ۱۰۲۱

اللہ) سنا اور انگوٹھے کے ناخنوں کو چوما اور یوں آنکھوں پر ملتے ہوئے یہ دعا پڑھے: اللہم احفظ حدقتی و نورهما ببرکة حدقتی محمد رسول اللہ ﷺ و نورهما۔ تو وہ شخص (کبھی) اندھانہ ہوگا۔^(۱)

(۴) ابو الحسن علی بن محمد علیہ الرحمہ کی روایت

ابو الحسن علی بن محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”جس شخص نے مؤذن سے اشهد أن محمدا رسول الله سنا اور یہ پڑھا: مرحبا بحبيبي وقررة عيني محمد بن عبد الله ﷺ اور دونوں انگوٹھوں کو چومتے ہوئے اپنی آنکھوں سے ملے، تو وہ کبھی بھی اندھانہ ہوگا اور کبھی درد نہ ہوگا۔“^(۲)

(۵) فقیہ محمد بن السیابا کے بھائی کا واقعہ

درج بالا دعا کے بارے فقیہ محمد بن السیابا علیہ الرحمہ کے بھائی سے روایت ہے کہ یہ واقعہ ان کے ساتھ پیش آیا:

”ایک دن بہت زور کی ہوا چلی جس کے سبب کچھ ذرات میری آنکھ میں چلے گئے جس کی وجہ سے مجھے شدید درد ہوا مگر وہ کنکری نہ نکل سکی۔ اس وقت میں نے مؤذن کو کہتے سنا (اشهد أن محمدا رسول الله) اور میں نے یوں دعا پڑھی تو وہ کنکری آنکھ سے نکل گئی یعنی انہوں نے اسم محمد ﷺ پر دعا پڑھی اور انگوٹھوں کو چوما۔ ردا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی حضور ﷺ کے فضائل میں سے ہے۔“^(۳)

www.MinhajBooks.com

(۱) سخاوی، المقاصد الحسنة: ۲۸۵، رقم: ۱۰۲۱

(۲) سخاوی، المقاصد الحسنة: ۲۸۵، رقم: ۱۰۲۱

(۳) سخاوی، المقاصد الحسنة: ۳۸۴، رقم: ۱۰۲۱

درود و سلام کی کثرت کے ثمرات

امام یوسف بن اسماعیل نبھانی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف ”سعادة الدارين في الصلاة على سيد الكونين ﷺ“ (ص: ۱۲۲-۱۲۵) میں کثرت سے درود و سلام پڑھنے کے فوائد و ثمرات کے حوالے سے درج ذیل چند حکایات نقل کرتے ہیں:

۱۔ ابو حفص علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ بلخ شہر میں ایک مالدار تاجر رہتا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ وہ تاجر مر گیا اور اس کے دونوں بیٹوں نے اس کا مال آپس میں تقسیم کر لیا۔ ان کے باپ کے ترکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے تین بال مبارک بھی تھے۔ دونوں نے ایک ایک بال لے لیا اور ایک بال رہ گیا۔ بڑے بھائی نے کہا: ہم بال توڑ کر نصف کر لیتے ہیں۔ دوسرے نے کہا! نہیں بخدا ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا بال مبارک تقسیم نہیں کیا جاسکتا، یہ ان کی عظمت کے خلاف ہے۔ اب بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا کہ باپ کے ترکہ میں سے تم یہ تینوں بال مبارک لے لو اور باقی سارا سامان مجھے دے دو۔ چھوٹے نے کہا: مجھے یہ پسند ہے اس نے تینوں بال مبارک حاصل کر لئے اور تینوں بال مبارک اپنی جیب میں رکھ لئے اب وہ ان کو نکالتا ان کی زیارت کرتا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھتا اور پھر جیب میں رکھ لیتا۔ جب کچھ عرصہ گزرا تو بڑے بھائی کا سارا مال و متاع ختم ہو گیا اور چھوٹے بھائی کی دولت بڑھ گئی۔ چھوٹا بھائی کچھ عرصہ زندہ رہ کر فوت ہو گیا۔ ایک مرد صالح نے اسے خواب میں دیکھا اور اس کے ہمراہ حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی دیکھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں سے کہہ دو جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو اس کی قبر پر آئے اور اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے پس لوگ اس کی قبر پر آنے لگے اب یہ حال تھا کہ جو سوار اس کی قبر کے قریب آتا تو سواری سے اتر جاتا اور پیدل گزرتا۔

۲۔ ایک عورت حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا حضرت! میری بچی فوت ہوگئی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اسے خواب میں دیکھوں۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے اس سے فرمایا: نماز عشاء کے بعد چار رکعت نماز پڑھو اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ، ایک مرتبہ سورۃ الہکم التکاثر پڑھو۔ پھر لیٹ جاؤ اور سوتے وقت تک حضور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتی رہو۔ اس نے ایسا ہی کیا پس اس نے خواب میں اس بچی کو عذاب و عقوبت میں گرفتار دیکھا۔ اس پر تانبے کا لباس تھا، ہاتھ جکڑے ہوئے اور پاؤں میں آتیشیں بیڑیاں تھیں۔ جب وہ بیدار ہوئی تو حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور تمام واقعہ عرض کر دیا آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا: کوئی صدقہ کرو! شاید اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے۔ رات کو حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہیں، ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اس پر ایک حسین و جمیل لڑکی ہے جس کے سر پر نور کا تاج ہے۔ کہنے لگی حسن، مجھے پہچانتے ہو؟ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے جواب دیا: نہیں، وہ کہنے لگی میں اسی عورت کی لڑکی ہوں جسے آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیا تھا؟ حضرت حسن علیہ الرحمہ نے کہا: تیری ماں نے تو تیری کچھ اور ہی حالت بتائی تھی جو ایسی نہ تھی لڑکی نے جواب دیا: میری حالت ایسی ہی تھی جیسی میری والدہ نے آپ کو بتائی تھی۔ حضرت حسن علیہ الرحمہ نے فرمایا: پھر تو اس درجہ تک کیسے پہنچی؟ وہ بولی ہم ستر ہزار لوگ سزا بھگت رہے تھے تو ایک مرد صالح کا ہماری قبروں پر گزر ہوا اس نے حضور نبی اکرم ﷺ پر ایک بار درود شریف پڑھا اور اس کا ثواب ہم کو ایصال کر دیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا اور ہم سب کو اس عذاب سے آزاد فرما دیا اور مجھے وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپ دیکھ رہے ہو۔

۳۔ شیخ ابو حفص عمر بن حسن سمرقندی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک استاذ کی زبانی ان کے باپ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ میں نے حرم شریف میں ایک شخص کو کثرت سے درود سلام پڑھتے دیکھا، میں نے حرم شریف، بیت اللہ شریف، میدان عرفات، منیٰ اور دیگر مقامات پر جہاں بھی اسے دیکھا اس کی زبان پر درود و سلام ہی جاری رہا، میں نے اس شخص سے کہا: بھئی ہر مقام کے لئے مخصوص دعائیں اور افعال ہیں۔ آپ کو کیا ہوا کہ نہ کوئی دوسری دعائیں مانگتے ہو اور نہ کوئی نفل نماز ادا کرتے ہو بس ہر مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتے جاتے ہو؟ وہ بولا میں بیت اللہ کے حج کی نیت سے خراسان سے اپنے والد کے ہمراہ نکلا جب ہم کوفہ پہنچے تو میرے والد بیمار ہو گئے۔ بیماری شدت اختیار کر گئی اور والد صاحب فوت ہو گئے تو میں نے ان کا چہرہ چادر سے ڈھانپ دیا۔ پھر میں ان سے کچھ وقت غائب رہا جب واپس آیا اور ان کا چہرہ دیکھنے کے لئے میں نے چادر سرکائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی صورت گدھے کی سی بن گئی ہے جب میں نے یہ ہولناک منظر دیکھا تو بہت گھبرایا اور ہر طرف سے رنج و الم نے مجھے آگھیرا۔ میں سخت مغموم و پریشان تھا۔ میں نے دل میں کہا: والد صاحب کا یہ حال میں لوگوں پر کس طرح ظاہر کروں؟

اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہمارے پاس آیا ہے، اس نے میرے والد صاحب کے چہرے سے کپڑا سرکا کر دیکھا اور پھر ڈھانپ دیا، پھر مجھ سے کہا: یہ عظیم رنج و الم کیا ہے جس میں تم گرفتار ہو؟ میں نے کہا: مغموم کیونکر نہ ہوں جب کہ والد صاحب پر یہ مصیبت نازل ہو چکی ہے، اس نے کہا: تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد سے یہ مصیبت دور کر دی ہے۔ پھر اس شخص نے ان کے رخ سے پردہ ہٹایا تو میں کیا دیکھتا ہوں گویا ان کا چہرہ چمکتا ہوا چاند ہے۔ میں نے انہیں خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ سچ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں مصطفیٰ

(ﷺ) ہوں جب یہ سنا تو مجھے عظیم فرحت و مسرت ہوئی۔ میں نے سرکار ﷺ کی چادر کا کونا پکڑ لیا اور اپنے ہاتھوں پر لپیٹ لیا اور میں نے عرض کیا: یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ! بخدا آپ مجھے پوری صورتِ حال بتائیں۔ فرمایا: تیرا باپ سود خور تھا اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ سود خور کی شکل و صورت موت کے وقت گدھے کی صورت سے بدل دے گا لیکن تیرے والد کی یہ عادت تھی کہ رات کو سونے سے پہلے مجھ پر سو مرتبہ درود شریف پڑھتا تھا جب سود خوری کی وجہ سے وہ اس ابتلاء کا شکار ہوا تو میرے پاس وہ فرشتہ آیا جو مجھ پر میری امت کے احوال پیش کرتا ہے۔ اس نے مجھے تیرے والد کا حال بتایا پس میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، اس نے میری شفاعت کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ میں نے اپنے والد کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر جو دیکھا تو یوں نظر آیا گویا چودھویں کا چاند ہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، ان کی تجہیز و تکفین کی اور ان کو دفن کیا، تھوڑا سا وقت ان کی قبر کے پاس بیٹھا رہا۔ میں نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا کہ میں نے ہاتفِ غیبی کی یہ آواز سنی ”تمہیں کچھ معلوم ہے کہ جس عنایتِ الہی نے تمہارے والد کو اپنی آغوش میں لیا ہے اس کا سبب کیا ہے؟“ میں نے کہا: میں کچھ نہیں جانتا، ہاتف نے کہا: اس کا سبب حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا ہے۔

۴۔ ایک شخص نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ اور تنگیِ معاش کی شکایت کی تو اس کو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو السلام علیکم کہو چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو پھر مجھ پر سلام کرو۔ (السلام علیکم ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ) اور ایک مرتبہ (قل هو اللہ احد پڑھو۔) اس شخص نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کھول دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو بھی اس کے رزق سے نفع پہنچا۔

۵۔ حضرت ابو حفص ابو حداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ ایک

وقت ایسا آیا کہ کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بھوک سخت لگی ہوئی تھی۔ یونہی پندرہ دن گزر گئے۔ جب میں زیادہ ہی نڈھال ہو گیا تو میں نے اپنا پیٹ روضہ مقدس کے ساتھ لگا دیا اور کثرت سے درود و سلام پڑھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اپنے مہمان کو کچھ کھلائیے، بھوک نے نڈھال کر دیا ہے۔ وہیں پر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نیند غالب کر دی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر ﷺ حضور ﷺ کے دائیں جانب، حضرت فاروق اعظم ﷺ بائیں جانب تھے اور حیدر کترار ﷺ سامنے تھے۔ مجھے مولا علی شیر خدا ﷺ نے فرمایا: اٹھ سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف لائے ہیں، میں اٹھا اور دست بوسی کی۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے مجھے روٹی عنایت فرمائی۔ ابھی آدھی کھائی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔ جب میں بیدار ہوا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔“

۶۔ ایک نیک صالح بزرگ محمد بن سعید بن مطرف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے اوپر لازم کیا ہوا تھا کہ اتنی مقدار درود و سلام پڑھ کر سویا کروں گا۔ میں اپنے اس عہد کے مطابق روزانہ درود پڑھتا رہا۔ ایک دن میں اپنے بالا خانے میں درود پاک پڑھ کر بیٹھا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ اتفاق سے میری بیوی بالا خانے میں سوئی ہوئی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ذات گرامی جس پر میں درود و سلام پڑھا کرتا تھا یعنی آقائے دو جہاں ﷺ بالا خانے کے دروازے سے اندر تشریف لائے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے نور سے بالا خانہ جگمگا اٹھا، نور ہی نور ہو گیا۔ پھر سرکارِ دو عالم محبوب کبریا صاحب لولاک ﷺ میرے قریب تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے پیارے امتی! جس منہ سے مجھ پر درود و سلام پڑھا کرتا تھا میرے قریب لا! میں اس کو بوسہ دوں۔ مجھے یہ سوچ کر (چہ نسبت خاک رابا عالم پاک) شرم آئی تو میں نے اپنا منہ پھیر لیا۔ رحمت عالم نور مجسم ﷺ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا تو کستوری سے بڑھ کر خوشبو مہکی اور اس خوشبو کی مہک سے میری بیوی

بیدار ہوگئی اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ سارا گھر خوشبو سے مہک رہا تھا اور میرے رخسار سے آٹھ دن تک خوشبو کی لپٹیں نکلتی رہیں۔

۷۔ حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ، حضرت خلف علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ حدیث پڑھتا تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ نئے سبز کپڑوں میں دوڑتا پھر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا: حدیث پڑھنے میں۔ تو ہمارے ساتھ تھا پھر یہ اعزاز و اکرام تیرا کس بات پر ہو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ احادیث تو تمہارے ساتھ ہی لکھا کرتا تھا لیکن جب بھی حضور اقدس ﷺ کا اسم مبارک حدیث میں آتا اس کے نیچے صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بدلے میں میرا یہ اکرام فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو۔

۸۔ حضرت ابو سلیمان محمد بن حسین حرانی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابو سلیمان! جب تو حدیث مبارکہ میں میرا نام لیتا ہے، اس پر درود بھی پڑھتا ہے تو پھر وسلم کیوں نہیں پڑھتا! یہ چار حرف ہیں اور ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

۹۔ حضرت محمد بن ابی سلیمان علیہ الرحمہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی۔ میں نے پوچھا کس عمل پر؟ انہوں نے فرمایا: میں ہر حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود لکھا کرتا تھا۔

۱۰۔ حضرت شبلی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے کہ میرا ایک ہمسایہ فوت ہو گیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا حضرت آپ کیا پوچھتے ہیں؟ بڑے بڑے خوفناک منظر میرے سامنے

آئے، منکر و نکیر کے سوال و جواب کا وقت بڑا ہی خطرناک اور دشوار تھا حتیٰ کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے یا نہیں۔ اچانک مجھ سے کہا گیا کہ دنیا میں تیری زبان بے کار رہی اس وجہ سے تجھ پر مصیبت آئی ہے پھر جب عذاب کے فرشتوں نے مجھے مارنے کا قصد کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اور ان فرشتوں کے درمیان ایک نوری انسان حائل ہو گیا جو کہ نہایت حسین و جمیل تھا، جس کے جسم پاک سے خوشبو مہکتی تھی وہ منکر و نکیر کے سوالات کے جوابات مجھ پر پڑھاتا گیا اور میں فرشتوں کو جواب دیتا گیا اور میں کامیاب ہو گیا پھر میں نے اس نوری انسان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ میں تیرا وہ درود ہوں جو دنیا میں اللہ کے پیارے رسول حضور نبی اکرم ﷺ پر پڑھتا تھا۔ اب تو فکر نہ کر، میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ قبر میں، حشر میں، پل صراط میں، ہر مشکل کے وقت میں تیرے ساتھ رہوں گا اور تیرا مددگار رہوں گا۔

حضرت شیخ ابوالحسن بن حارث لیشی علیہ الرحمہ (جو کہ پابند شرع اور متبع سنت اور درود و سلام کی کثرت کرنے والے تھے) فرماتے ہیں کہ مجھ پر گردش کے دن آگئے۔ فقر و فاقہ کی نوبت آنے لگی اور عرصہ گزر گیا یہاں تک کہ عید آگئی اور میرے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ جس سے بچے عید مناسکیں۔ جب عید کی رات آئی تو وہ میرے لئے نہایت ہی کرب و پریشانی کی رات تھی۔ رات کی کچھ گھڑیاں گزری ہوں گی کہ کسی نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرے دروازے پر کچھ لوگ ہیں۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کافی لوگ ہیں۔ انہوں نے شمعیں اٹھائی ہوئیں ہیں اور ان میں سے ایک سفید پوش جو کہ اپنے علاقے کا رئیس تھا وہ آگے آیا ہم حیران رہ گئے کہ یہ اس وقت کیوں آئے ہیں۔ اس رئیس نے بتایا کہ میں آپ کو بتاؤں کہ ہم کیوں آئے ہیں۔ آج رات میں سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شاہ کونین امت کے والی حضور نبی اکرم ﷺ تشریف

لائے ہیں اور مجھے فرمایا کہ ابوالحسن اور اس کے بچے بڑی تنگدستی اور فقر و فاقہ کے دن گزار رہے ہیں۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے تمہیں ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ اس کے بچوں کے کپڑے لے جاؤ اور دیگر ضروریات خرچہ وغیرہ تاکہ وہ اچھے طریقے سے عید منا سکیں اور خوش ہو جائیں۔ لہذا یہ کچھ سامان عید قبول کیجئے اور میں درزی بلا کر ساتھ لایا ہوں جو یہ کپڑے ہیں آپ بچوں کو بلائیں تاکہ ان کے لباس کی پیمائش کریں اور ان کے کپڑے سل جائیں پھر اس نے درزیوں کو حکم دیا کہ پہلے بچوں کے کپڑے تیار کریں بعد میں بڑوں کے۔ لہذا صبح ہونے سے پہلے پہلے سب کچھ تیار ہو گیا اور صبح کو گھر والوں نے خوشی خوشی عید منائی یہ برکتیں ساری درود پاک کی ہیں۔

درود و سلام پڑھنے کے آداب

درود و سلام پڑھتے وقت تعظیم و تکریم اور تواضع و انکساری کا اظہار علامتِ محبت ہے کیونکہ ہر محبت اپنے محبوب کا ذکر نہایت ادب و احترام اور تواضع سے کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہایت خشوع و خضوع سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو خشک ہو جاتے۔^(۱)

درود و سلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی و جہی تعلق جوڑنے کا نام ہے۔ اس کو جتنا ذوق و شوق اور وارفتگی سے پڑھا جائے اتنا ہی کم ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے وقت ظاہری اور باطنی ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ تقاضائے محبت و عقیدت بھی ہے اور علامتِ ایمان بھی۔ اس لئے بارگاہ رسالت

(۱) نسبہانی، سعادة الدارين: ۲۲۰

مآب ﷺ میں درود و سلام پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ درود و سلام پڑھنے سے قبل ظاہری صفائی کا اہتمام کرنا کیونکہ ہر عبادت کے لئے طہارت و پاکیزگی شرط ہے۔ اس لئے درود و سلام پڑھتے وقت جسم و لباس کا صاف ستھرا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ جس جگہ درود و سلام پڑھا جا رہا ہو اس کا پاک صاف ہونا ضروری ہے اور ایسی جگہ پر درود و سلام پڑھنے سے گریز کیا جائے جہاں پر ظاہری اور باطنی غلاظت اور گندگی کا احتمال ہو۔

۳۔ درود و سلام پڑھتے ہوئے خوشبو لگانا مستحب ہے حضور نبی اکرم ﷺ خوشبو بہت پسند فرماتے تھے۔

۴۔ درود و سلام با وضو ہو کر پڑھنا چاہئے اگرچہ بغیر وضو کے درود و سلام پڑھنا بھی جائز ہے لیکن با وضو پڑھنا آداب میں شامل ہے۔

۵۔ درود و سلام کو دو یا چار زانو ہو کر، قبلہ رخ منہ کر کے اور آنکھیں بند کر کے پڑھا جائے۔

۶۔ درود و سلام معتدل (درمیانی) آواز میں آہستہ آہستہ ترتیب کے ساتھ پڑھنا افضل ہے اور اگر محبت سے خوبصورت اور دلکش انداز میں پڑھا جائے تو کیف و سرور آئے گا اور دل کے تار بجنے لگیں گے اور حضور نبی اکرم ﷺ سے تعلق محبت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ ؓ فرماتے ہیں: ”اپنے نبی ﷺ پر خوبصورت انداز میں درود بھیجا کرو تمہیں کیا معلوم کہ وہ آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔“ (۱)

۷۔ امام نہبانی علیہ الرحمۃ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

(۱) ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ۴: ۲۷۱

’جو مسلمان حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرے یا جس کے پاس سرکارِ دو عالم ﷺ کا ذکر کیا جائے اس پر واجب ہے کہ وہ خشوع و خضوع سے، آپ ﷺ کا وقار پیش نظر رکھتے ہوئے، بغیر حرکت کے حضور نبی اکرم ﷺ کی ہیبت و جلالت کو اس طرح ملحوظ خاطر رکھے جس طرح آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کا ادب و احترام کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ ﷺ کا ادب سکھایا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے سلفِ صالحین اور ائمہ و محدثین کا یہی دستور تھا۔‘^(۱)

۸۔ درود و سلام پڑھتے ہوئے دل و دماغ کو حاضر رکھنا بہت ضروری ہے اور دل کو ہر طرح کے وسوسوں، دنیوی خیالات سے پاک کر کے پوری توجہ و دھیان سے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنا چاہئے۔ امام مالک علیہ الرحمۃ کے سامنے جب حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو آپ علیہ الرحمۃ کا رنگ بدل جاتا اور نالہ کنناں ہو جاتے یہاں تک کہ ہم نشینوں پر سخت گراں گزرتا۔^(۲)

۹۔ درود و سلام ذوق و شوق اور یکسوئی سے پڑھنا چاہئے اور پڑھنے والا سمجھے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہے اور آپ ﷺ کی چشمان مقدس، واللہ لیل زلفوں اور چہرہ و لضحیٰ کا تصور کرے۔ امام نبہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام زہری علیہ الرحمۃ لوگوں سے ہمیشہ گھلے ملے رہتے تھے۔ جب ان کے سامنے حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو اس طرح ہو جاتے جیسے نہ کوئی انہیں پہچانتا ہے اور نہ وہ کسی کو پہچانتے ہیں۔^(۳)

(۱) نبہانی، سعادة الدارين، ۱: ۲۲۰

(۲) نبہانی، سعادة الدارين، ۱: ۲۲۰

(۳) نبہانی، سعادة الدارين، ۱: ۲۲۰

تارکِ درود و سلام کے لئے وعید

بارگاہِ رسالت ﷺ میں درود نہ بھیجنے والا اللہ کی رحمت اور فضل سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ فیوض و برکات جو درود و سلام کی بدولت حاصل ہوتے ہیں نہ پڑھنے والے کو حاصل نہیں ہوتے بلکہ احادیث مبارکہ میں درود و سلام نہ پڑھنے والے کی بڑی مذمت بیان ہوئی ہے۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِيئَةٌ طَرِيقَ الْجَنَّةِ - (۱)

”جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ بہشت کی راہ بھول گیا۔“

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عَنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ - (۲)

”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الْبُحَيْلُ الَّذِي مَن ذُكِرْتُ عَنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ - (۳)

(۱) ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامة الصلاة و السنة فيها، باب الصلاة

على النبي ﷺ، ۱: ۴۹۱، رقم: ۹۰۸

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب في فضل التوبة

والاستغفار وما ذكر من رحمة الله بعباده، ۵: ۵۱۳، رقم: ۳۵۳۵

(۳) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب في فضل التوبة

والاستغفار وما ذكر من رحمة الله بعباده، ۵: ۵۱۳، رقم: ۳۵۳۶

”وہ آدمی بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔“

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین میرے پاس آئے اور کہا:

وَمَنْ ذُكِرَتْ، عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَمَاتَ فَذَخَلَ النَّارَ۔^(۱)
 ”جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے درود نہ پڑھا پھر وہ مر گیا وہ دوزخ میں ہوگا۔“

۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ يُصَلِّ فَلَا دِينَ لَهُ۔^(۲)

”جو مجھ پر درود نہیں پڑھتا اس کا دین نہیں۔“

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي مَجْلِسٍ، فَتَفَرَّقُوا وَلَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ
 وَيُصَلُّوا عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا مَجْلِسُهُمْ تَرَةً عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔^(۳)

”جو قوم کسی مجلس میں اکٹھی ہوئی اور پھر (اس مجلس میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے بغیر منتشر ہوگئی تو وہ مجلس ان کے لئے قیامت کے روز باعِثِ حَسْرَتِ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ کے سوا اور کچھ نہیں ہوگی۔“

www.MinhajBooks.com

(۱) ابن حبان، الصحيح، ۳: ۱۸۸، رقم: ۹۰۷

(۲) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۲۹۵

(۳) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۴۶، رقم: ۹۷۶۳

باب ہفتم

دعا اور آدابِ دعا

www.MinhajBooks.com

دُعا کا معنی و مفہوم

لفظِ دُعا، مصدر ہے، اس کا مادہ (د-ع-و) اور فعل دُعا از باب نَصَرَ ہے۔ اس کی اصل دُعا و تھی، الف زائدہ کے بعد آخر کلمہ میں ہونے کی وجہ سے واؤ کو ہمزہ میں بدل دیا گیا اور دُعاء بن گیا۔ لغت میں اس کے معنی بلانا، پکارنا، عبادت کرنا، مدد طلب کرنا اور سوال کرنا وغیرہ کے ہیں۔^(۱)

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر لفظ دعا مذکورہ بالا معانی میں استعمال ہوا ہے۔ چند آیات کے حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۱۔ الانعام، ۶: ۷۱

۲۔ الاعراف، ۷: ۵

۳۔ الانبیاء، ۲۱: ۱۵

۴۔ النور، ۲۴: ۶۳

۵۔ المؤمن، ۴۰: ۴۳

۶۔ المعارج، ۷۰: ۷۷

دعا کا اصطلاحی مفہوم واضح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ) نے فرمایا: ”فتح الباری“ میں علامہ طیبی علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہیں:

هُوَ إِظْهَارُ غَايَةِ التَّدَلُّلِ وَالْإِفْتِقَارِ إِلَى اللَّهِ وَالْإِسْتِكَانَةِ لَهُ۔^(۲)

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۲: ۲۵۷

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۹۵

”اللہ ﷻ کی بارگاہ میں غایت درجہ تواضع، محتاجی اور عاجزی و انکساری کا اظہار کرنا دعا کہلاتا ہے۔“

صوفیاء کرام کے نزدیک دعا سے مراد درج ذیل امور ہیں:

- ۱- حیاء کی زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے آنے کا نام دعا ہے۔
- ۲- دعا گناہوں کو ترک کر دینے کا نام ہے۔
- ۳- دعا محبوب سے ملاقات کے لئے اشتیاق کی ترجمانی ہے۔
- ۴- دعا محبوب حقیقی سے ایک قسم کی باہمی پیغام رسانی ہے۔ جب تک یہ سلسلہ قائم رہے، تب تک معاملہ ٹھیک رہتا ہے۔^(۱)

دعا کی اہمیت و فضیلت

خوشی اور غمی کے اثرات قبول کرنا انسانی فطرت میں شامل ہے، یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص خوشی کے لمحات میں خدائے عظیم کے حضور ہدیہ تشکر بجالائے یا نہ لائے لیکن غمی اور پریشانی کے عالم میں وہ اپنے پروردگار کو نہیں بھولتا۔ اس وقت اس کے نہاں خانہ دل سے صدائے فریاد نکلتی ہے، اس کے ہاتھ بے ساختہ دعا کے لئے اٹھ جاتے ہیں اور اس کا سر عجز و نیاز کی حالت میں خشوع و خضوع سے سجدے میں جھک جاتا ہے۔ اس غایت درجہ اضطرابی و بے اختیاری کی کیفیت میں اس کے ہونٹ ہلنے لگتے ہیں اور وہ گڑگڑا کر عاجزی و بے چارگی کی حالت میں اپنے پروردگار کو پکارنے لگتا ہے اور اس کے ہونٹوں پر آنے والے کلمات جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلتے ہیں دعا کا روپ دھار لیتے ہیں۔

دعا مانگنے کا عمل رقت انگیزی اور اثر آفرینی کے اعتبار سے اس قدر کیف و لذت اور سوز و ساز کا حامل ہے اور انسان اپنے آپ کو اپنے خالق مالک سے اس درجہ

(۱) قشیری، الرسالة القشیریة: ۲۷۰

قریب محسوس کرتا ہے کہ بار بار مانگنا اس کو گراں نہیں گزرتا اور وہ اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا بلکہ اس کی لذت و حلاوت دو چند ہو جاتی ہے۔ تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ محض سعی پیہم اور جدوجہد پر بھروسہ کرنا ہی کافی نہیں بلکہ کامیابی کے حصول کے لئے دعا کی ناگزیریت و اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انسان بھرپور کاوش اور سعی و عمل کے باوصف ہر قدم پر نصرت و تائیدِ الہی کا محتاج ہے۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ باوجود اپنی تمام تر عقل و دانش اور فہم و فراست کے زیرک سے زیرک انسان بھی اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور قول - عرفت ربی بفسخ العزائم (میں نے اپنے پروردگار کو ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا) - اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ دعا ہمارے ارادوں، آرزوؤں اور خواہشوں میں قوت و توانائی پیدا کرتی اور راہِ عمل میں پیش آنے والی مشکلات اور رنج و آلام کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ دعا سے دل کو طمانیت و سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے اور وہ بحالتِ دعا بندہ اپنے خالق و مالک کے انتہائی قریب ہوتا ہے۔ اس حال میں رحمتِ ایزدی اس کے شریک حال ہو جاتی ہے۔

ایک سچے مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ تنگی اور آسانی ہر حال میں بارگاہِ صمدیت میں دستِ دعا دراز کرے۔ دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے اور اس کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ مگر جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو دعا کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ عمل اللہ ﷻ کو ناپسند ہے۔ قرآن حکیم ایسے لوگوں کی مذمت میں فرماتا ہے:

وَ إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَا لِحِصْنِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّكَانَ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرِّ مَسَّهُ كَذَلِكِ زَيْنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (۱)

”اور جب (ایسے) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر لیٹے یا

بیٹھے یا کھڑے پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ (ہمیں بھلا کر اس طرح) چل دیتا ہے گویا اس نے کسی تکلیف میں جو اسے پہنچی تھی ہمیں (کبھی) پکارا ہی نہیں تھا۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لئے ان کے (غلط) اعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں جو وہ کرتے رہے تھے۔“

قرآن حکیم نے ایک اور مقام پر انسان کی اس بری خصلت کو یوں بیان فرمایا:

وَ إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا حَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوًّا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ - (۱)

”اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے پھر جب (اللہ) اُسے اپنی جانب سے کوئی نعمت بخش دیتا ہے تو وہ اُس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لئے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا۔“

۱۔ دعا مانگنے کی ترغیب

دعا اپنے دامن میں اس قدر رخیوں اور فوائد سمیٹے ہوئے ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی مذہب ایسا ہو جس نے دعا کی ترغیب نہ دی ہو۔ دعاء مانگنا دراصل بارگاہِ الہیہ میں اپنی عبودیت و مسکنت، عجز و نیاز، فقر و احتیاج کا اظہار اور اس امر کا اعلان ہے کہ دعا مانگنے والا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا محتاج سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مختلف طریقوں سے دعا کی تلقین و ترغیب فرمائی ہے اور اسے قبول کرنے کا حتمی وعدہ بھی فرمایا ہے۔ اس حوالے سے چند آیات کریمہ درج ذیل ہیں:

(۱) الزمر، ۳۹: ۸

۱- وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا ۚ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ (۱)

”اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، پس انہیں چاہئے کہ میری فرمانبرداری اختیار کریں اور مجھ پر پختہ یقین رکھیں تاکہ وہ راہ (مراد) پا جائیں ۝“

۲- وَلَا تَفْسُدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۲)

”اور زمین میں اس کے سنور جانے (یعنی ملک کا ماحول حیات درست ہو جانے) کے بعد فساد انگیزی نہ کرو اور (اس کے عذاب سے) ڈرتے ہوئے اور (اس کی رحمت کی) امید رکھتے ہوئے اس سے دعا کرتے رہا کرو، بیشک اللہ کی رحمت احسان شعار لوگوں (یعنی نیکوکاروں) کے قریب ہوتی ہے ۝“

۳- وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۖ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝ (۳)

”اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم لوگ مجھ سے دعا کیا کرو میں ضرور قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری بندگی سے سرکشی کرتے ہیں وہ عنقریب دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے ۝“

۴- آمَنُ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ

(۱) البقرہ، ۲: ۱۸۶

(۲) الاعراف ۷: ۵۶

(۳) المؤمن، ۴۰: ۶۰

خُلَفَاءَ الْأَرْضِ طَاءَ إِلَهَ مَعَ اللَّهِ طَقِيلًا مَا تَدَّكُرُونَ ﴿١﴾

”بلکہ وہ کون ہے جو بے قرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) وارث و جانشین بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) معبود ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو“

مذکورہ بالا آیات کریمہ کی تائید میں احادیث مبارکہ میں بھی کثرت سے دعا کی اہمیت و فضیلت بیان ہوئی ہے اور اللہ ﷻ سے دعا مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّ أَنْ يُسَالَ، وَأَفْضَلُ الْعِبَادَةِ أَنْتَظَارُ الْفَرَجِ - (۲)

”اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو! بیشک اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے اور بہترین عبادت (صبر کے ساتھ) فراخی کا انتظار ہے۔“
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا عِبَادِي! لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَأَخْرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدًا فَسَأَلُونِي. فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمَخِيطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ - (۳)

- (۱) النمل، ۲۴: ۶۲
(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب في انتظار الفرج وغير ذلك، ۵: ۵۳۲، رقم: ۳۵۷۱
(۳) مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، ۴: ۱۹۹۳، رقم: ۲۵۷۷

اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکلنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔

امام قشیری علیہ الرحمۃ (۳۷۶-۴۶۵ھ) حضرت سہل بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ کا فرمان نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے فرمایا: مجھ سے باتیں کرو۔ اگر یہ نہ کر سکو تو میری طرف دیکھو۔ اگر یہ بھی نہ کر سکو تو میری بات کو سنو۔ اگر یہ بھی نہ کر سکو۔ تو میرے دروازے پر رہو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو میرے پاس اپنی ضرورتوں کو لاؤ۔^(۱)

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ”فتوح الغیب“ میں دعا کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اے بندہ مومن! یہ نہ کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کروں گا کیونکہ جو میری قسمت میں ہے چاہے مانگوں یا نہ مانگوں وہ مجھے مل جائے گا۔ بلکہ اے بندے! دنیا و آخرت کی ہر وہ بہتر چیز جس کی تجھے حاجت ہے بشرطیکہ وہ حرام یا فساد کا سبب نہ ہو، اللہ تعالیٰ سے طلب کر۔ یہ نہ کہہ کہ میں اس سے سوال کرتا ہوں اور میرا سوال شرف قبولیت حاصل نہیں کرتا۔ اس لیے میں اس سے سوال نہیں کرتا۔ اے بندہ خدا! ہمیشہ تو اپنے رب سے مانگتا رہ۔ وہ چیز جس کا تو سوال کرتا ہے۔ اگر تیری قسمت میں ہے تو تیری دعا کے بعد تجھے عطا کر دی جائے گی۔ اس وقت یہ عطا تیری توحید میں استقامت پیدا کرے گی اور مخلوق سے بے نیازی، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اسی کی ذات پاک تمام حاجات کی روائی کا باعث بن کر ایمان و یقین میں اضافہ کرے گی۔ اگر وہ چیز تیری قسمت میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے تجھے بے نیازی اور حالت فقر میں رضامندی کی عظیم دولت عطا کرے گا۔ اگر محتاجی اور بیماری ہے تو تجھے اس میں راضی

(۱) قشیری، الرسالة القشیریة: ۲۶۴

کرے گا اور اگر تو مقروض ہے تو قرض خواہ کو سختی سے نرمی اختیار کرنے یا تیری سہولت تک تاخیر کرنے یا معاف کرنے یا کم کر دینے پر مائل کر دے گا۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر وہ قرض دنیا میں نہ دیا تو آخرت میں عظیم ثواب عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے، بے نیاز اور رحیم ہے اپنے بندہ سائل کو ناامید نہیں کرتا۔ اس کا فائدہ انسان کو ضرور پہنچتا ہے، دنیا میں ملے چاہے آخرت میں۔“ (۱)

۲۔ بارگاہِ الوہیت میں دعا کی قدر و قیمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنَ الدُّعَاءِ - (۲)
 ”اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ کوئی چیز محترم و مکرم نہیں ہے۔“

۳۔ دعا ہر عبادت کا مغز ہے

دعا خواہ طلبِ مغفرت و بخشش کے لئے ہو یا کسی حاجتِ روائی اور ضرورت کو پورا کرنے کے ہو وہ بہر صورت عبادت ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ - (۳)

(۱) عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب: ۸۸، ۸۹

(۲) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات عن رسول اللہ، باب ما

جاء فی فضل الدعاء، ۵: ۳۸۵، رقم: ۳۳۷۰

۲- ابن حبان، الصحیح، ۳: ۱۵۱، رقم: ۸۷۰

(۳) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة

البقرہ، ۵: ۸۰، رقم: ۲۹۶۹

۲- أبوداؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب الدعاء، ۱: ۵۵۰، رقم: ۱۴۷۹

”دعا عبادت ہے۔“

دعا نہ صرف خود عبادت ہے بلکہ ہر عبادت کا خلاصہ اور مغز ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدُّعَاءُ مُخَّ الْعِبَادَةِ۔^(۱)

”دعا عبادت کا مغز ہے۔“

۴۔ دعا قضائے حاجات کی چابی ہے

دعا قضائے حاجات کی چابی، فاقہ کشوں کے لئے سامانِ راحت، مجبوروں کے لئے جائے پناہ اور حاجت مندوں کے لئے آرام کا سبب ہے۔ ایک مشہور مقولہ ہے:

الدُّعَاءُ مِفْتَاحُ الْحَاجَةِ، وَ أَسْنَانُهُ لِقَمِ الْحَلَالِ۔^(۲)

”دعا حاجت کی کنجی ہے اور اس کے دندانے حلال کے لقمے ہیں۔“

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ۔^(۳)

”تقدیر کو دعا ہی بدل سکتی ہے اور نیکی ہی سے عمر بڑھتی ہے۔“

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات؛ باب ماجاء فی فضل

الدعاء، ۵: ۳۸۶، رقم: ۳۳۷۱

(۲) قشیری، الرسالة القشیریة: ۲۶۷

(۳) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب القدر، باب ماجاء لا یردُّ القدر إلا

الدعاء، ۴: ۱۸، رقم: ۲۱۳۹

نے فرمایا: ”زمین پر رہائش پذیر کوئی مسلمان جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور وہ چیز عطا فرماتا ہے یا اس سے اس کی مثل برائی دور کر دیتا ہے۔ جب تک گناہ یا قطع رحم (رشتہ داری ختم کرنے) کی دعا نہ کی ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا (یا رسول اللہ) اب تو ہم بہت مانگیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔“ (۱)

امام قشیری علیہ الرحمہ (۳۷۶-۴۶۵ھ) حضرت عبد اللہ علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہیں: ”ایک بار میں حضرت جنید علیہ الرحمہ کے پاس تھا کہ ایک عورت نے آ کر عرض کیا: میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ آپ دعا فرمائیں۔ آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا: جاؤ صبر کرو، وہ چلی گئی اور اگلے دن اپنے مطلب کو دوبارہ بیان کیا۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ نے پھر وہی جواب دیا کہ جاؤ صبر کرو۔ عورت چلی گئی مگر پھر واپس آ گئی۔ اس طرح اس نے کئی بار کیا اور حضرت جنید علیہ الرحمہ نے ہر بار یہی کہا کہ صبر کرو۔ آخر کار اس نے کہا: اب میرے صبر کا پیمانہ چھلک چکا ہے اور مزید صبر کی طاقت نہیں ہے۔ لہذا میرے لیے دعا فرما دیں۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ نے فرمایا: اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو جاؤ تمہارا بیٹا واپس آ چکا ہے۔ وہ گئی تو اس کا بیٹا آچکا تھا۔ پھر وہ شکر یہ ادا کرنے کے لئے حضرت جنید علیہ الرحمہ کے پاس آئی۔ دریافت کیا گیا کہ آپ علیہ الرحمہ نے کیسے معلوم کر لیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يُكَشِفُ السُّوءَ وَ يُجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ - (۲)

”بلکہ وہ کون ہے جو بے قرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) وارث و جانشین بناتا ہے۔“ (۳)

(۱) ترمذی الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب في انتظار الفرج وغير

ذلك، ۵: ۵۳۳، ۵۳۴، رقم: ۳۵۷۳

(۲) النمل، ۲۷: ۶۲

(۳) قشیری، الرسالة القشيرية: ۲۶۴

۵۔ دعا بنیادی ضرورتوں کی کفیل ہے

انسانی معاشرے میں بہت کم لوگ اتنے مضبوط اعصاب کے مالک ہوں گے جو زندگی کی مشکلات جھیلنے کے اکیلے ہی متحمل ہو سکیں۔ بعض اوقات پریشانیاں اس قدر داخلی اور شخصی نوعیت کی ہوتی ہیں کہ انسان ان کا ذکر اپنے کسی عزیز ترین دوست اور رشتہ دار سے کرتے ہوئے بھی جھجکتا ہے۔ دعا غموں اور پریشانیوں کے اس بوجھ کو کم کرنے کا بہترین اور آسان ذریعہ ہے۔ یہ ہماری بنیادی ضرورتوں کی کفیل بن کر ہمیں احساسِ تنہائی سے نکالتی ہے۔ یہ امر مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی وجہ سے اعصابی تناؤ کا شکار ہو یا کسی روحانی کرب میں مبتلا ہو تو ماہر نفسیات اسے ان تکالیف و مشکلات کو کسی اپنے کے سامنے بیان کرنے کا مشورہ دے گا۔ اس کا مقصد اس شخص کے دل و دماغ پر موجود بوجھ کو ہلکا کرنا ہوتا ہے۔ دعا میں بھی انسان اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے جو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے اپنی مشکلات کا ذکر کرتا ہے۔ اس عمل سے اسے ذہنی آسودگی نصیب ہوتی ہے اور دل سے بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی اس امر کی تلقین فرمائی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی حاجت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سَلُوا اللَّهَ مَا بَدَا لَكُمْ مِنْ حَوَائِجِكُمْ حَتَّى شِيعَ النَّعْلُ فَإِنَّهُ إِنْ لَمْ يُيسِرْهُ لَمْ يَتيسِرْ (۱)

”اپنی ضروریات میں سے جو بھی مانگنا چاہتے ہو اللہ سے مانگو یہاں تک کہ اپنے جوتے کا تسمہ بھی (اسی سے مانگو) کیونکہ اگر اس کی (عطا کرنے میں) رضامند ہو تو وہ (جوتے کا تسمہ) بھی میسر نہ ہو۔“

حضرت بکر بن عبد اللہ المزنی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۲: ۴۱، رقم: ۱۱۱۸

فرمایا کرتے تھے:

سَلُّوا اللّٰهَ حَوَائِجَكُمْ حَتَّى الْمَلْحِ - (۱)

”اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کرو خواہ وہ نمک ہی کیوں نہ ہو۔“

۶۔ دعا شرک سے بچاؤ کا ذریعہ ہے

امام بخاری علیہ الرحمۃ ”الأدب المفرد“ میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں: ”میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! شرک کا حصہ تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی خفیف تر ہوتا ہے۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے علاوہ اور بھی کسی صورت میں شرک ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ شرک کا حصہ چیونٹی کی چال سے بھی خفیف تر ہوتا ہے۔ کیا تمہیں وہ دعا نہ بتا دوں کہ اگر وہ اپنا معمول بنا لیا کرو تو شرک کا قلیل و کثیر سب تم سے دفع ہو جائے، فرمایا:

قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ، وَاَسْتَغْفِرُكَ
لِمَا لَا اَعْلَمُ۔ (۲)

کہو اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں جان بوجھ کر تیرے ساتھ کسی کو شریک کروں اور جو میں نہیں جانتا ہوں اس کے لئے تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں۔“

www.MinhajBooks.com

(۱) بیہقی، شعب الإيمان، ۲: ۴۲، رقم: ۱۱۲۰

(۲) بخاری، الأدب المفرد: ۱۸۶

۷۔ دعا بخشش و مغفرت کا ذریعہ ہے

دعا لمحہ بہ لمحہ ہماری زندگی کی ساتھی اور انہیں جاں ہے۔ دعا نہ صرف زندگی میں قدم قدم پر ہمارا سہارا بنتی ہے بلکہ عالم برزخ میں بھی ہماری ترقی مدارج کا باعث بنے گی۔

امام ترمذی علہ الرحمۃ (۲۱۰-۲۷۹ھ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے انسان! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا اور امید رکھتا رہے گا میں تیرے گناہ بخشا رہوں گا، چاہے تجھ میں کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو بخشش مانگے تو میں بخشش دوں گا، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تو زمین بھر گناہ بھی کر کے میرے پاس آئے لیکن تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تجھے اسکے برابر بخش دوں گا۔“ (۱)

امام مسلم علہ الرحمۃ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی دعائے مغفرت کے متعلق حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں: ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب اہل یمن میں سے کوئی مکہ آتی تو وہ ان سے سوال کرتے۔ کیا تم میں کوئی اویس بن عامر ہے۔ حتیٰ کہ ایک دن حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آگئے، حضرت عمر نے کہا: کیا آپ اویس بن عامر ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! فرمایا۔ کیا آپ قبیلہ مراد سے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ قرن سے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو برص کی بیماری تھی؟ اور ایک درہم کے برابر داغ رہ گیا ہے۔ اور باقی داغ ختم ہو گئے ہیں انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اہل یمن کی امداد کے ساتھ تمہارے پاس قبیلہ مراد سے قرن کا ایک شخص آئے گا۔ جن کا نام اویس بن عامر ہوگا، ان کو برص کی بیماری تھی اور ایک درہم

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ

والاستغفار وما ذکر من رحمۃ اللہ بعبادہ، ۵: ۵۰۹، رقم: ۳۵۲۰

کی مقدار کے علاوہ باقی ٹھیک ہو چکی ہوگی۔ قرن میں ان کی والدہ ہیں جن کے ساتھ وہ نیکی کرتے ہیں اگر وہ کسی چیز پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا کرے گا۔ اگر تم سے ہو سکے تو تم ان سے مغفرت کی دعا کروانا، سواب آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کیجئے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کیا۔“^(۱)

مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے دعا کی اہمیت و فضیلت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان لاکھ عبادت و ریاضت کر لے معلوم نہیں کہ وہ شرف قبولیت پا سکے گی یا نہیں، لیکن اگر وہ عبادت کے ساتھ اللہ کے حضور گڑ گڑا کر دعائیں بھی کرے تو اللہ ﷻ مانگنے والوں کو محبوب رکھتا ہے، وہ اس کی بخشش کا سامان پیدا فرمادیتا ہے۔

شرائط دعا

اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کرنے والے بندے کی دعا کو ضرور سنتا اور قبول فرماتا ہے، بلکہ اس رحیم و کریم ذات نے اپنے بندوں کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ (۲)

”اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔“

ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی

(۱) مسلم، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل

أویس قرنی رضی اللہ عنہ، ۴: ۹۶۸، رقم: ۲۵۴۲

(۲) البقرة، ۲: ۱۸۶

خلاف ورزی نہیں فرماتا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے وعدے میں سچا ہے تو پھر بسا اوقات دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟ دعا کی بظاہر عدم قبولیت پر غور و خوض سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی بعض دعائیں کسی نہ کسی حکمت کی بناء پر قبول نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کسی حکمت کی وجہ سے اپنے بندے کی کوئی ایسی دعا قبول نہیں فرماتا جس کے نتیجے میں اسے شرمندگی یا مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت و رحمت کی نشانی ہے۔

حضور سیدنا غوث الاعظم عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ (۴۷۰-۵۶۱ھ) ”فتوح الغیب“ میں فرماتے ہیں: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مقبولیت دعا کی تاخیر کی وجہ سے اپنے رب سے اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے کہتے ہو کہ مخلوق سے سوال کرنا تو ہم پر حرام کر دیا گیا ہے اور خدا سے سوال کرنا فرض قرار دیا گیا۔ لیکن جب ہم اُس سے دعا کرتے ہیں تو وہ قبول نہیں فرماتا۔ اس بارے میں تم سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تم آزاد ہو یا غلام ہو؟ اگر تم خود کو آزاد بتاتے ہو تو کافر ہو اور اگر غلام کہتے ہو تو تم سے کہا جاتا ہے کہ تم قبولیتِ دعا کی تاخیر پر اپنے آقا پر کیوں تہمت لگاتے ہو۔ اور جو اپنی مخلوق کے تمام احوال سے باخبر ہے اس کی رحمت و حکمت میں جو تمہارے اور مخلوق کے لئے عام ہے مشکوک کیوں ہو؟^(۱)

اور اگر تم خدا پر الزام نہ لگاتے ہوئے تاخیر دعا کے سلسلے میں اس کی حکمت و مصلحت اور ارادے کا اعتراف و اقرار کرتے ہو تو تم پر خدا کی شکر گزاری واجب ہے۔ اس لئے کہ اس نے تمہارے لئے صالح اور بہتر شے کو اختیار کر کے اس میں سے فساد کو دور کر دیا۔ لہذا اگر ایسی شکل میں بھی تم اس کو مورد الزام ٹھہراتے ہو ہو تو اپنے اس اہتمام کی وجہ سے تم کافر ہو۔ اس لئے کہ تم اس کی جانب ظلم کو منسوب کر رہے ہو۔ جب کہ نہ تو وہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم کو پسند فرماتا ہے۔ اور کسی پر اس کا ظلم کرنا اس وجہ سے بھی محال ہے کہ وہ مالک ہے اور جو کسی شے کا مالک ہوتا ہے اس کے نام کے ساتھ ظلم

(۱) عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب: ۸۷

کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ ظالم اس کو کہتے ہیں کہ جو بلا اجازت کسی کی ملکیت میں تصرف کرتا ہو۔ لہذا تمہارے لئے خدا تعالیٰ کے فعل میں ناراضگی کا راستہ مسدود کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ یہ شے ظاہری اعتبار سے تمہاری طبیعت نفسانی خواہشات کے خلاف ہے۔ اس کے باوجود تمہارے لئے صبر و شکر اور موافق ضروری ہے۔ اور تمہیں اظہار ناراضگی، بہتان طرازی اور عوجتِ نفس پر قیام کو ترک کر دینا چاہیے۔ اور وہ خواہشات جو تمہیں خدا کی راہ سے گمراہ کرنے والی ہیں ان سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ اور ہمیشہ صدق دلی و التجا کے ساتھ دعاؤں میں مشغول رہتے ہوئے اپنے رب سے حسن ظن کے ساتھ کشادگی اور اس کے وعدہ کی صداقت کا انتظار کرتے رہو۔ اور اس سے شرم و غیرت کے ساتھ اس کے احکام کی موافقت اور اس کی وحدانیت کا تحفظ کرتے رہو اور تمہیں احکام میں عجلت سے کام لیتے ہوئے قضا و قدر کے نزول کے وقت مردہ بن جاؤ۔ اور اگر تم خدا پر بہتان طرازی اور بدظنی کو جز و لازم تصور کرتے ہو تو اس کا محرک صرف تمہارا نفس ہے۔ جو خدا کی نافرمانی اور برائیوں کا حکم دینے والا ہے اس لئے بہتان اور اتہام کا خدا کے بجائے وہ خود مستحق ہے۔ لہذا خدا تعالیٰ کے بجائے اپنے ہی نفس کی طرف ظلم کو منسوب کرنا زیادہ انبہ ہے۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ نفس کی موافقت و محبت اور اس کی رضا مندی اور اس کی بات تسلیم کرنے سے گریزاں رہو۔ کیونکہ وہ خدا اور تمہارا دونوں کا دشمن ہے اور جو خدا کا اور تمہارا دشمن ہوگا وہ شیطان لعین کا دوست، اس کا جاسوس اور جانشین ہوگا۔ خدا تعالیٰ سے خائف رہو۔ خائف رہو۔ خائف رہو۔ پرہیز کرتے رہو۔ پرہیز کرتے رہو۔ نجات حاصل کرو اور تمہیں چاہیے کہ ظلم و اتہام کو اپنے نفس کی جانب منسوب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد رکھو:

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا (۱)

”اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ، اور اللہ (ہر حق کا) قدر شناس ہے (ہر عمل کا) خوب جاننے والا ہے۔“

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات و احادیث موجود ہیں لہذا تمہیں چاہیے کہ اپنے نفس کے دشمن بن کر ہمیشہ اس سے جھگڑا کرتے رہو اور سپاہی بن کر تلوار لئے ہوئے اس سے جنگ کرو۔ کیونکہ یہی خدا کے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

”اے داؤد! خواہشاتِ نفس کو ترک کر دو۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر مجھ سے جھگڑا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔“ (۱)

احادیثِ مبارکہ میں قبولیتِ دعا کی کچھ شرائط بیان ہوئی ہیں مثلاً حرام کھانے پینے سے بچنا، غفلت اور سستی کا مظاہرہ نہ کرنا اور جلد بازی سے گریز کرنا وغیرہ۔ اس کے علاوہ چند اہم شرائطِ احادیث کی روشنی میں درج ذیل ہیں:

۱۔ دعا میں اخلاصِ نیت

رحمتِ الہیہ پر ایمانِ کامل اور اخلاص کے ساتھ دستِ دعا دراز کرنا قبولیتِ دعا کی اولین شرط ہے۔ جس طرح دیگر عبادات میں اخلاصِ ضروری ہے اسی طرح دعا کی قبولیت کا انحصار بھی اخلاص پر ہے۔ اس سلسلہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَا حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ ۝ (۲)

”حالانکہ انہیں فقط یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اسی کے لئے اپنے دین کو خالص

(۱) عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب: ۸۸

(۲) البینة، ۵: ۹۸

کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں، (ہر باطل سے جدا ہو کر) حق کی طرف
کیسوٹی پیدا کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی سیدھا اور مضبوط
دین ہے“

دعا کی قبولیت کے باب میں خدائے رحمان کی رحمت پر ایمان اور یقین ضروری
ہے جس قدر اس کی رحمت عامہ پر ایمان اور ایقان راسخ ہوگا اسی قدر دعا جلد قبول ہوگی۔
قرآن حکیم نے بھی قبول دعا کے لئے اخلاص کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری
تعالیٰ ہے۔

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔^(۱)

”وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم اس کی عبادت اُس کے
لئے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کرو۔“

کتب سماویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ رحمت حق کا دریا ہر
اس شخص کے لئے موجزن ہے جو اس کا متلاشی اور پیاسا ہو۔ قدرت خود مانگنے کے طریقے
سکھاتی ہے اور صرف طریقے ہی نہیں بلکہ دعا کے الفاظ بھی عطا فرماتی ہے۔ جب ابو البشر
حضرت آدم عليه السلام سے جنت میں بھول ہو گئی تو روئے زمین پر اترنے کے بعد بے بسی کے
عالم میں ان کی نگاہیں رحمت خداوندی کی طرف اٹھی۔ نگاہ کے اٹھنے کی دیر تھی کہ رحمت الہی
نے آگے بڑھ کر دست گیری کی۔ حضرت آدم عليه السلام نے کلمات مغفرت سیکھنے کی طلب کی تو
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوا:

فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۗ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝^(۲)

”پھر آدم عليه السلام نے اپنے رب سے (عاجزی اور معافی کے) چند کلمات سیکھ

(۱) المؤمن، ۴۰: ۶۵

(۲) البقرہ، ۲: ۳۷

لئے پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے“

تجربہ شاہد ہے کہ بے توجہی سے جو کام کیا جائے وہ کبھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ اس لئے دعا میں بھی توجہ اور شوق کا ہونا از بس ضروری ہے۔ اس کی تائید درج ذیل حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادْعُوا اللَّهَ وَ أَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ، وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءَ مَنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ۔^(۱)

”اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ مانگا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل سے دعا قبول نہیں فرماتا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کسی ریاکار اور دل لگی کرنے والے کی دعا قبول نہیں فرماتا بلکہ اس دعا کو قبول کرتا ہے جو سائل کے دل سے نکلے۔“^(۲)

لہذا بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ رحمت الہیہ سے کبھی مایوس نہ ہو۔ جب پر امید ہو کر خالصۃً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی جائے گی تو قبول ہوگی۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں: ”حضرت موسیٰ

(۱) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب جامع الدعوات

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۵: ۳۶۵، رقم: ۳۴۷۹

۲- أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۸، رقم: ۶۶۵۵

(۲) ۱- بخاری، الأدب المفرد، ۲: ۶۵

۲- ابن مبارک، الزهد، ۸۳

ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ ﷺ نے کہا: یا الہی! اگر تیرے اس بندے کی حاجت میرے پاس ہوتی تو میں پوری کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ﷺ کو وحی کی۔ اے موسیٰ! میں تم سے زیادہ اس پر رحم کرنے والا ہوں مگر وہ پکارتا مجھے ہے اور اس کا دل اپنی بکریوں میں اٹکا ہوا ہے۔ میں کسی ایسے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل میرے سوا کسی اور کے پاس ہو۔ حضرت موسیٰ ﷺ نے یہ بات اس شخص سے کہہ دی۔ پھر اس نے خالص اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دل سے دعا کی تو اس کی دعا قبول ہوئی۔“

امام قشیری علیہ الرحمۃ ہی کی نقل کردہ ایک اور روایت میں ہے کہ کسی نے حضرت جعفر صادق ؑ سے سوال کیا: ”کیا بات ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں مگر ہماری دعا قبول نہیں ہوتی؟ انہوں نے فرمایا: اس لئے کہ تم ایسے خدا کو پکارتے ہو جسے تم پہچانتے ہی نہیں۔“ (۱)

۲۔ رزقِ حلال

قبولیتِ دعا کے لئے رزقِ حلال شرط ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي
وَمَنْ يُحِلَّ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ (۲)

”اور تم سے فرمایا) ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جن کی تمہیں روزی دی ہے اور اس میں حد سے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب واجب ہو جائے گا، اور جس پر میرا غضب واجب ہو گیا سو وہ واقعی ہلاک ہو گیا۔“

ایک مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد ؓ کو فرمایا:

(۱) قشیری، الرسالة القشيرية: ۲۶۷

(۲) طہ، ۲۰: ۸۱

یا سعد! أطب مطعمک تكن مستجاب الدعوة۔^(۱)

”اے سعد! اپنی کمائی پاک رکھو تمہاری دعا قبول ہوگی۔“

حدیثِ نبوی ﷺ سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ جب تک انسان کا کھانا پینا پاکیزہ اور حلال نہ ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ موجودہ زمانے میں دعا کے قبول نہ ہونے کا ایک سبب اکلِ حرام بھی ہے۔ حرام کھا کر دینا (اے ہمارے پالنے والے) کہہ کر اللہ کے حضور دستِ دعا دراز کرنا خلافِ ادب بلکہ سوءِ ادب ہے۔ ہمارے اسلافِ اکلِ حلال کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اس لئے ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا اور فرمایا: اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں اور فرمایا: اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ پھر آپ ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے یا رب! یا رب اور اس کا کھانا پینا حرام ہو، اس کا لباس حرام ہو، اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی؟“^(۲)

اما غزالی علیہ الرحمہ (۴۵۰-۵۰۵ھ) نقل کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”ایک بار بنی اسرائیل میں قحط پڑا۔ لوگوں نے بار بار نمازِ استسقاء

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۹۱

(۲) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الکسب

الطيب و تربيتها، ۲: ۷۰۳، رقم: ۱۰۱۵

۲- ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة

البقرة، ۵: ۹۵، رقم: ۲۹۸۹

پڑھی لیکن دعا قبول نہ ہوئی۔ ان کے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی کہ ان لوگوں سے کہئے: تم دعا کے لئے تو نکلے ہو لیکن تمہارے بدن ناپاک، پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں اور ہاتھ ناحق خون سے آلودہ ہیں۔ جب اس حال میں تم نکلے ہو تو میرا غصہ تم پر اور بڑھ گیا ہے۔ اس لئے میرے سامنے سے دور رہو۔“ (۱)

۳۔ گناہوں سے توبہ کرنا

اکثر دعاؤں کے رد ہونے کا سبب دل کی غفلت اور گناہوں کی ظلمت ہے۔ اس لئے دعا مانگنے سے پہلے بارگاہِ الہیہ میں معافی مانگنا، اپنے گناہوں کا اقرار کرنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا قبولیتِ دعا کے لئے لازمی شرط ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخِرَ سَيِّئَاتٍ
عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۲)

”اور دوسرے وہ لوگ کہ (جنہوں نے) اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے انہوں نے کچھ نیک عمل اور دوسرے برے کاموں کو (غلطی سے) ملا جلا دیا ہے، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“

امام غزالی علیہ الرحمہ حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت نقل کرتے ہیں: ”حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک سخت قحط پڑا۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ بنی اسرائیل کے ساتھ بارش کے لئے دعا کرنے نکلے مگر بارش نہ برسی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ تین دن باہر دعا کے لئے جاتے رہے اور بارش نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ پر وحی بھیجی کہ میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی دعا قبول نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم میں سے ایک

(۱) غزالی، کیمیائے سعادت: ۱۹۷

(۲) التوبہ، ۹: ۱۰۲

چغل خور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! مجھے اس شخص کے متعلق بتا دے۔ تاکہ میں اس کو نکال دوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں چغلی کھانے سے منع کرتا ہوں تو خود یہ کام کیسے کروں؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام لوگوں کی توجہ اس طرف دلائی کہ وہ چغل خوری سے توبہ کریں۔ جب سب نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش سے سرفراز فرمایا،^(۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب وہ تمام شرائط کو ملحوظ خاطر رکھ کر مانگی جائے اور بندے کے حق میں اس کی قبولیت بہتر ہو، کیونکہ اگر وہ داعی کے حق میں باعثِ نفع نہ ہو تو تمام شرائط پوری کرنے کے باوجود بھی شرفِ قبولیت نہیں پا سکتی۔

آدابِ دعا

دعا کے بہت سے آداب ہیں جن کو بجالانا اور ان کا خیال رکھنا سائل اور داعی کے لئے لازمی امر ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے آدابِ دعا کو ظاہری اور باطنی آداب میں تقسیم کیا ہے۔ باطنی آداب میں توبہ، حضورِ قلب، اللہ پر توکل اور نا امیدی سے دوری شامل ہیں جبکہ ظاہری آداب میں نماز، روزہ، صدقہ و خیرات، طہارت، قبلہ رو ہونا، خوشبو لگانا، پست آواز، ہاتھوں کو اٹھانا، دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرنا، حمد و ثنا اور درود و سلام کو مقدم رکھنا ضروری تقاضے ہیں۔^(۲)

آداب مذکورہ میں سے چند آداب کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ قبلہ رو ہو کر دعا کرنا

قبلہ فضیلت والی جہت ہے جس طرح نماز میں قبلہ رخ منہ کرنا شرط ہے اس

(۱) غزالی، کیمیائے سعادت: ۱۹۷

(۲) غزالی، إحياء علوم الدین، ۱: ۳۶۵

طرح دعا میں بھی قبلہ رو ہونا آداب دعا میں سے ایک ادب ہے۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب ؓ سے روایت ہے: ”غزوہ بدر کے دن حضور نبی اکرم ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھ تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ کرام ؓ تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر با آواز بلند اپنے رب سے یہ دعا کی:

اللَّهُمَّ، أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي. اللَّهُمَّ، آتِ مَا وَعَدْتَنِي. اللَّهُمَّ، إِنْ تَهْلِكُ هَذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْأَرْضِ - (۱)

”اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما، اے اللہ! تو نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا فرما، اے اللہ! اہل اسلام کی یہ جماعت اگر ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔“

آپ ﷺ ہاتھ پھیلا کر با آواز بلند مسلسل دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے شانوں سے چادر گر گئی۔

۲۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

دونوں ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیوں کو منہ کی جانب کر کے دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری اور خاکساری کا اظہار ہے۔ یہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت ابو موسیٰ الأشعری ؓ روایت کرتے ہیں:

دَعَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطِيهِ - (۲)

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر وإباحة الغنائم، ۳: ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، رقم: ۱۷۶۳

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب الدعوات، باب رفع الأيدي في الدعاء، ۵:

۲۳۳۵، رقم: ۵۹۸۱

”حضور نبی اکرم ﷺ نے (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی بغل مبارک کی سفیدی دیکھی۔“

۳۔ خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کرنا

اپنے اوپر خوف و خشیت کی کیفیت طاری کر کے، خشوع و خضوع کے ساتھ گڑگڑا کر دعا مانگنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ غم و یاس کے بادل جو دل و دماغ پر چھائے ہوتے ہیں وہ اٹک بن کر برسنے لگتے ہیں اور دکھ درد کی تلخی کم ہو جاتی ہے۔ تضرع اور عجز و نیاز میں خوف اور طمع کے جذبات اپنی پوری شدت کے ساتھ کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ خوف اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کے احساس کا نتیجہ ہوتا ہے اور یوں حصول مغفرت کے طمع کی وجہ سے انسان رحمت الہی کا زیادہ سے زیادہ مشتاق اور امیدوار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دونوں طریقوں سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے:

أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً۔^(۱)

”تم اپنے رب سے گوگڑا کر اور آہستہ (دونوں طریقوں سے) دعا کیا کرو۔“

حضرت ابو ذائق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”جب گنہگار روتا ہے تو یوں سمجھو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا پیغام پہنچا دیا اور اس کے آنسو اس کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں اس کے قلب کے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں۔“^(۲)

۴۔ قبولیتِ دعا میں عجلت اور بے صبری نہ کرنا

دعا کا ایک اہم ترین ادب یہ ہے کہ دعا مسلسل جاری رکھی جائے اور تاخیر

(۱) الاعراف، ۷: ۵۵

(۲) قشیری، الرسالة القشیریة: ۲۷۰

قبولیت کی بنا پر دلبرداشتہ اور نا امید نہ ہو جائے کیونکہ سائل کو علم نہیں کہ دعا کے فوری قبول نہ ہونے میں کیا مصلحت ہے؟ یا اس کے ذریعے کوئی اور مصیبت ٹالی گئی ہے یا اسے آخرت کے لئے اجر کا ذخیرہ بنا دیا گیا ہے؟ اس لئے انسان کو چاہئے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ، يَقُولُ: دَعْوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي۔ (۱)

”تم میں سے کسی شخص کی دعا تب قبول ہوتی ہے جب وہ (دعا مانگنے میں) جلدی نہیں کرتا (اور یہ نہیں) کہتا کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی (لہذا مایوس ہو کر دعا نہ چھوڑ بیٹھے)۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَيُجِبُ الْمُلِحِّينَ فِي الدُّعَاءِ۔ (۲)

”بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ دعا میں اصرار کے ساتھ مانگنے والے کو پسند فرماتا ہے۔“

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الدعوت، باب يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ

يَعْجَلْ، ۵: ۲۳۳۵، رقم: ۵۹۸۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الذکر و الدعاء و التوبة و الاستغفار،

باب بيانه أنه يستجاب للداعي ما لم يعجل فيقول: دعوت فلم

يستجبل، ۴: ۲۰۹۵، رقم: ۲۷۳۵

(۲) ۲۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۲: ۳۸، رقم: ۱۱۰۸

اللہ تعالیٰ اپنے بعض پیارے اور محبوب بندوں کی آہ و بکاء اور پکار کو بار بار سننا پسند فرماتا ہے۔ امام قشیری علیہ الرحمۃ کی نقل کردہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰ بن سعید قطان علیہ الرحمۃ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو عرض کیا: یا الہی! میں کب تک تجھے پکارتا رہوں گا اور تو میری پکار سنے گا؟ جواب ملا اے یحییٰ! یہ اس لئے ہے کہ مجھے تمہاری آواز پسند ہے۔^(۱)

۵۔ دعا کے اول اور آخر میں درود پڑھنا

حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا بجائے خود ایک دعا ہے۔ اگر اسے دعا سے پہلے پڑھا جائے تو یہ قبول دعا میں کنجی کا کام کرتا ہے۔ بہت سی احادیث مبارکہ میں دعا سے پہلے درود پڑھنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کے بعد دعا کرتے ہوئے سنا جبکہ اس نے نہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور نہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے جلدی کی، پھر اسے بلا کر اس سے یا کسی دوسرے سے فرمایا:

إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَمْجِيدِ رَبِّهِ جَلَّ وَعَزَّ وَالشَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدَ مَا شَاءَ۔^(۲)

”جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد و ثنا سے ابتدا کرے۔ پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے اور اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔“

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْفُوقَ بَيْنِ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ ، لَا يُصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى

(۱) قشیری، الرسالة القشيرية: ۲۶۵، ۲۶۶

(۲) أبو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب الدعاء، ۱: ۵۵۰، رقم: ۱۳۸۱

تُصَلِّيَ عَلَيَّ نَبِيَّكَ - (۱)

”دعا، زمین و آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اور اوپر کی طرف نہیں جاتی (قبول نہیں ہوتی) جب تک تو اپنے نبی مکرم ﷺ پر درود نہ بھیجے۔“

۶۔ دعا کا حمد و ثناء سے شروع کرنا

اللہ تعالیٰ کی شان کریمہ کی کا یہ تقاضا ہے کہ دعا سے پہلے اس کی حمد و ثناء اور صفات بیان کی جائیں۔ قرآن حکیم میں بکثرت ایسی دعائیں موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَا طِلَافٍ سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (۲)

”اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کو تباہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔“

اس طرح سورہ فاتحہ کی ابتدائی آیات بھی حمد و ثناء پر مشتمل ہیں۔ بہت سی احادیث مبارکہ میں دعا سے پہلے حمد و ثناء کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ بھی دعا سے پہلے حمد و ثناء کے کلمات کہتے تھے۔ حضرت سلمہ بن الأكوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو کبھی نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے دعا شروع کی ہو اور پہلے یہ کلمات نہ کہے ہوں:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ الْأَعْلَى الْوَهَّابِ - (۳)

”میرا رب بلند، اعلیٰ اور عطا کرنے والا پاک ہے۔“

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلوة

علی النبی ﷺ، ۱: ۴۹۶، رقم: ۴۸۶

(۲) آل عمران، ۳: ۱۹۱

(۳) ۱۔ حاکم، السمندرک، ۱: ۶۷۶، رقم: ۱۸۳۵

۷۔ دعائیہ کلمات تین بار کہنا

دعا کو اگر دو یا تین مرتبہ دہرایا جائے تو اس سے کیفیتِ گریہ و زاری ظاہر ہوتی ہے۔ تین سے زیادہ مرتبہ دہرانا بھی درست ہے مگر افضل تین مرتبہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ يَدْعُوَ ثَلَاثًا وَيَسْتَغْفِرَ ثَلَاثًا. (۱)

”بیشک رسول اللہ ﷺ تین مرتبہ دعا اور تین مرتبہ استغفار کرنا پسند فرماتے۔“

حضور نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تکرار، طوالت اور بالکل واضح الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ الہی! میرا ہر گناہ معاف کر دے تو یہ مختصر دعا ضرور ہے مگر دعا میں بندگی، عاجزی، گریہ و زاری کے ساتھ طوالت نہیں ہونی چاہیے۔ جتنی زیادہ عاجزی اور گریہ و زاری کا اظہار کیا جائے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ خوش ہوگا۔

۸۔ دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا

دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا احادیث سے ثابت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ، لَمْ يُحْطِهَا حَتَّى يَمْسَحَ بِهَيَا وَجْهَهُ. (۲)

..... ۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۷: ۲۰، رقم: ۲۲۵۳

(۱) أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب في الاستغفار، ۱: ۵۶۳، رقم: ۱۵۲۳

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب ما جاء في رفع

الأيدي عند الدعاء، ۵: ۳۹۵، رقم: ۳۳۸۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۷۱۹، رقم: ۱۹۶۷

”حضور نبی اکرم ﷺ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو اپنے چہرہ اقدس پر پھیرنے سے پہلے (ہاتھ) نیچے نہ چھوڑتے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دَعَوْتَ اللَّهَ فَادْعُ بِبُطُونِ كَفَيْكَ وَلَا تَدْعُ بِظُهُورِهِمَا فَإِذَا فَرَعْتَ فَاْمَسْحُ بِهِمَا وَجْهَكَ۔^(۱)

”جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اپنے ہاتھ کی ہتھیلیوں سے دعا کیا کرو نہ کہ ان کی پشت سے اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھوں کو منہ پر مل لو۔“

۹۔ نیک اعمال کو یاد کرنا

دعا مانگتے وقت اپنی کسی گزشتہ نیکی کو یاد کرنا اور اس کو وسیلہ بنا کر مانگنا یقیناً دعا کی قبولیت کا ضامن ہے۔ اس کا ثبوت درج ذیل حدیث مبارکہ سے ملتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”ایک مرتبہ تین آدمی جا رہے تھے کہ ان کو بارش نے آیا۔ انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی۔ اتنے میں غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آگری اور یہ لوگ بند ہو گئے، پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا تم لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نیک اعمال کئے ہیں ان کو یاد کرو اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ تم سے یہ مصیبت دور کر دے۔ سو ان میں سے ایک نے یہ دعا کی۔ اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میری بیوی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چراتا تھا، جب میں واپس آتا تو دودھ دوہتا اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا، ایک دن

(۱) ابن ماجہ، السنن، کتاب الدعاء، باب رفع الیدین فی الدعاء، ۴:

درختوں نے مجھے دور پہنچا دیا اور میں رات سے پہلے نہ لوٹ سکا، جب میں آیا تو ماں باپ سو چکے تھے، میں نے حسبِ معمول دودھ دوبا اور ایک برتن میں دودھ ڈال کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں ان کو نیند سے بیدار کرنا ناپسند کرتا تھا اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی ناپسند کرتا تھا حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیخ رہے تھے، فجر ہونے تک میرا اور میرے والدین کا یونہی معاملہ رہا۔ اے اللہ! یَقِیْنًا تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا۔ تو ہمارے لئے کچھ کشادگی کر دے (اس دعا کے بعد) انہوں نے اس غار سے آسمان کو دیکھ لیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی جس سے میں جنون کی حد تک محبت کرتا تھا جیسا کہ مردوں کو عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے۔ میں نے اس سے مباحثت کی درخواست کی۔ اس نے انکار کیا اور کہا پہلے سو دینار لاؤ۔ میں نے مشقت کر کے سو دینار جمع کئے۔ میں اس کے پاس وہ دینار لے کر گیا۔ جب میں اس کے ساتھ جنسی عمل کرنے کے لئے بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈرو اور ناجائز طریقہ سے مہر نہ توڑو۔ سو میں اسی وقت اس سے الگ ہو گیا۔ اے اللہ! تجھے یَقِیْنًا علم ہے کہ میں نے یہ فعل تیری رضا مندی کے لئے کیا تھا۔ پس تو ہمارے لئے اس غار کو کچھ کھول دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے غار کو (مزید) کھول دیا اور تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک شخص کو ایک فرق (ایک پیانہ آٹھ کلوگرام) چاولوں کی اجرت پر رکھا تھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو اس نے کہا: میری اجرت دو، میں نے اس کو مقررہ اجرت دے دی۔ اس نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ میں ان چاولوں کی کاشت کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس (کی آمدنی) سے بیل اور چرواہے جمع کر لئے پھر ایک دن وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اللہ سے ڈرو اور میرا حق نہ مارو۔ میں نے کہا یہ بیل اور چرواہے لے جاؤ اور اپنا حق لے لو۔ اس نے کہا: اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ

مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا یہ نیل اور چرواہے لے لو۔ وہ ان کو لے کر چلا گیا۔ تجھ کو یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا۔ تو اب غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دے۔ سو اللہ نے غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دیا۔“^(۱)

مقبول ترین اوقاتِ دعا

اللہ تعالیٰ نے بعض اوقات کو مقبولیت کے اعتبار سے بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اگر ان اوقات کے اندر دعا مانگی جائے تو قبولیتِ دعا کی غالب امید ہے۔ چند افضل اوقات درج ذیل ہیں۔

۱۔ سحری کا وقت

دعا کے لئے رات کا وقت بالعموم اور سحری کا وقت بالخصوص شرفِ قبولیت کا ہے۔ سحری کے وقت دعا اور استغفار کرنا اللہ کے نیک بندوں کی صفات میں سے ہے۔ قرآن مجید ان بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ۝ (۲)

”اور (یہ لوگ) رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں“^(۲)
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝ (۳)

”وہ راتوں کو تھوڑی سی دیر سویا کرتے تھے“^(۳)

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الذکر و الدعاء، باب قصة أصحاب الغار
الثلاثة والتوسل بصالح الأعمال، ۴: ۲۰۹۹، رقم: ۲۷۴۳

(۲) آل عمران، ۳: ۱۷

(۳) الدّٰریت، ۵۱: ۱۷

۲۔ عرفہ کا دن

دعا کی قبولیت کے حوالے سے یومِ عرفہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دن رب کائنات اپنے بندوں کو خصوصی رحمت سے نوازتا ہے۔ ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ - (۱)

”بہترین دعا یومِ عرفہ کی دعا ہے۔“

یومِ عرفہ کی دعا کی قبولیت صرف میدانِ عرفات کے ساتھ خاص نہیں، دعا کا اس دن میں کیا جانا ضروری ہے خواہ کہیں پر ہو، البتہ میدانِ عرفات میں دعا کرنے کو مکافی وزمانی دونوں طرح کی فضیلت حاصل ہے۔

۳۔ رمضان کا مہینہ

اللہ تعالیٰ نے بعض مہینوں کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ انہی میں ایک رمضان کا مہینہ ہے۔ جس میں رحمتوں اور عطاؤں کی بارش ہوتی ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ فَتَّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ
وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ - (۲)

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب فی فضل لاحول ولا
قوة إلا بالله، ۵: ۵۲۱، رقم: ۳۵۸۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبلیس وجنوده،

۳: ۱۱۹۳، رقم: ۳۱۰۳

”جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ
وَ ابْتَهَلَ فِي الدُّعَاءِ وَ أَشْفَقَ مِنْهُ۔^(۱)

”جب ماہ رمضان شروع ہوتا تو آپ ﷺ کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا اور

آپ ﷺ نمازوں کی مزید کثرت کر دیتے اور اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور گڑگڑا

کر دعا کرتے اس ماہ میں نہایت محتاط رہتے۔“

رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں دعا کی قبولیت کے زیادہ مواقع

ہوتے ہیں۔

۴۔ جمعہ کا دن

جمعہ کے روز قبولیت کی ایک ساعت ایسی آتی ہے جس میں دعا کی جائے تو

یقینی طور پر قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے جس کو مسلمان نماز کے دوران پالے تو

اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اس کو پالے گا۔“^(۲)

..... ۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصیام، باب فضل شہر رمضان، ۲:

۴۵۸، رقم: ۱۰۷۹

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۳۱۰، رقم: ۳۶۲۵

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب الجمعہ، باب فی الساعۃ التی فی یوم

الجمعہ، ۲: ۵۸۳، ۵۸۴، رقم: ۸۵۲

۵۔ سجدہ کی حالت

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی عاجزی بہت پسند ہے۔ سجدہ کمالِ عجز کا مظہر ہے۔ اس کیفیت میں جب بندہ مولا سے مانگتا ہے تو وہ اس کے دامنِ مراد کو بھر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ۔^(۱)

”بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے تم سجدہ میں بکثرت دعا کیا کرو۔“

۶۔ اذان اور اقامت کے درمیان

اذان اور اقامت کا درمیانی عرصہ اللہ کو بڑا محبوب ہے۔ اس دوران بندہ جماعت کے انتظار میں بیٹھا اپنے مولا کو یاد کرتا ہے، اس کا سارا دھیان عبادتِ الہی کی طرف مرکوز ہوتا ہے۔ لہذا اس کیفیت میں کی گئی دعا کبھی رد نہیں ہوتی، اللہ سبحانہ ضرور قبول فرماتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ۔^(۲)

”اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی۔“

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع و

السجود، ۱: ۳۵۰، رقم: ۴۸۲

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب في الدعاء في الركوع و

السجود، ۱: ۳۳۲، ۳۳۳، رقم: ۸۷۵

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصلاة، باب ما جاء في أن الدعاء لا

يرد بين الأذان والإقامة، ۱: ۲۵۳، رقم: ۲۱۲

اس قبولِ دعا کی وجہ یہ ہے کہ اذان کے وقت شیاطین دور بھاگتے ہیں اور لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف بدرجہ اولیٰ متوجہ ہوتے ہیں۔ لہذا اس وقت دعا قبول ہونے کی کافی اُمید ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مرض وفات میں) حجرہ کا پردہ اٹھایا اس وقت صحابہ کرام ﷺ حضرت ابو بکر صدیق کی اقتداء میں صف باندھے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لئے کوئی اور شخص دیکھتا ہے اور یاد رکھو مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا۔ رہا رکوع تو اس میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہو اور سجدہ میں خوب کوشش سے دعا مانگو اُمید ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔“ (۱)

۸۔ فرض نماز کے بعد

فرض نمازوں کے بعد دعا کی مقبولیت احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ حضرت ابو امامہ ﷺ روایت کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا (یا رسول اللہ!) کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رات کے آخری حصے میں (کی گئی دعا) اور فرض نمازوں کے بعد (کی گئی دعا جلد مقبول ہوتی ہے)۔ (۲)

حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَكَأَنَّ الْحَمْدُ، وَهُوَ

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الصلوة، باب النهي عن قراءة القرآن في

الركوع والسجود، ۱: ۳۲۸، رقم: ۴۷۹

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب ما جاء في عقد

التسبيح باليد، ۵: ۴۷۹، رقم: ۳۴۹۹

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (۱)

”نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! جسے تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو تیرے مقابلے میں دولت نفع نہیں دے گی۔“

حضرت عمرو بن میمون الاودی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما اپنے صاحبزادوں کو ان کلمات کی ایسے تعلیم دیتے جیسے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے اس کے بعد فرماتے: ”بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔“

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْضِ
الْعُمَرِ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
فَحَدَّثْتُ بِهِ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهُ۔ (۲)

”اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ

(۱) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب، صفة الصلاة، باب، الذکر بعد الصلاة،

۲۸۹: ۱، رقم: ۸۰۸

۲- مسلم، الصحيح، کتاب: المساجد ومواضع الصلاة، باب:

استحباب الذکر بعد الصلاة وبيان صفة، ۱: ۱۴۳-۴۱۵، رقم: ۵۹۳

(۲) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب: الجهاد والسير، باب: ما يتعوذ من

الجبين، ۳: ۱۰۳۸-۱۰۳۹، رقم: ۲۶۶۷

۲- ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب: الدعوات عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم،

باب: في دعاء النبي وتعوذه في دبر كل صلاة، ۵: ۵۲۸، رقم: ۳۵۶۷

ذلت کی زندگی کی طرف لوٹایا جاؤں اور دنیا کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں) جب میں نے یہ حدیث حضرت مصعب (بن سعد) کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔“

فرض نمازوں کے بعد کی قرآنی دعائیں

ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کرتے وقت ان قرآنی دعاؤں کو شامل کریں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہیں اور جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ ان میں سے چند منتخب دعائیں درج ذیل ہیں:

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن حکیم کی سب سے پہلی اور سوائے سورۃ توبہ کے ہر سورۃ کے ساتھ دہرائی جانے والی تمہید ہے۔ یہ بھی ایک دعا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا ۚ وَذَرُوْا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَآئِهٖ ط سَیَجْزِیْوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (۱)

”اور اللہ ہی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں، سوا سے ان ناموں سے پکارا کرو اور ایسے لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے انحراف کرتے ہیں عنقریب انہیں ان (اعمالِ بد) کی سزا دی جائے گی جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں“

اس لیے ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی تلاوت سے نہ صرف کام میں برکت ہوتی ہے بلکہ تلاوت کرنے والا ناجائز کام کرنے سے بھی بچ جاتا ہے۔

۲۔ سورۃ الدعا

سورۃ فاتحہ جو پورے قرآن کی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور معارف قرآن کے لئے تمہید کا کام دیتی ہے۔ اس کا نہ صرف نصف حصہ دعا پر مشتمل ہے بلکہ یہ سورت ہی دعا کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے دعائیہ وصف کی وجہ سے ہی اس کے آخر میں آمین کا اضافہ کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ کسی اور سورت کے آخر میں یہ التزام نہیں ہے۔ مزید برآں اس سورت کا ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ: الْحَمْدُ لِلَّهِ۔^(۱)

”بہترین ذکر ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور بہترین دعا ”الْحَمْدُ لِلَّهِ“ ہے۔“

۳۔ دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ^(۲)

”اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں

(بھی) بھلائی (سے نواز) اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ“

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات عن رسول اللہ، باب ما

جاء أن دعوة المسلم مستجابة، ۵: ۴۶۲، رقم: ۳۳۸۳

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأدب، باب فضل الحامدين، ۲:

۱۲۴۹، رقم: ۳۸۰۰

(۲) البقرة، ۲: ۲۰۱

۴۔ استنقامت اور ثابت قدمی کے لئے

۱۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً
إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (۱)

” (اور عرض کرتے ہیں:) اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں کبھی پیدا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہمیں خاص اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔“

۲۔ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ۝ (۲)

” اے ہمارے رب! تو ہم پر صبر کے سرچشمے کھول دے اور ہم کو (ثابت قدمی سے) مسلمان رہتے ہوئے (دنیا سے) اٹھالے۔“

۵۔ نقصان سے نجات کے لئے

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا سَاءً وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ
الْخَاسِرِينَ ۝ (۳)

” اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“

www.MinhajBooks.com

(۱) آل عمران، ۳: ۸

(۲) الاعراف، ۷: ۱۲۶

(۳) الاعراف، ۷: ۲۳

۶۔ نماز میں استقامت کے لئے

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَائِي ۝ (۱)

”اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنا دے، اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما لے۔“

۷۔ کینہ و بغض سے نجات کے لئے

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ۝ (۲)

”اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بیشک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔“

۸۔ مغفرت کے لئے

۱۔ رَبَّنَا أَمَّا فَأَغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ۝ (۳)

”اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو (ہی) سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔“

۲۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَانَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا

(۱) ابراہیم، ۱۴: ۴۰

(۲) الحشر، ۵۹: ۱۰

(۳) المؤمنون، ۲۳: ۱۰۹

اَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الدِّينِ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا
طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفُ عَنَّا وَقِهِ وَاغْفِرْ لَنَا وَقِهِ وَاَرْحَمْنَا وَقِهِ اَنْتَ مَوْلَانَا
فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ (۱)

”اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ فرما، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا (بھی) بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا بوجھ (بھی) نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، اور ہمارے (گناہوں) سے درگزر فرما، اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے پس ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما“

۹۔ نیک اور نرینہ اولاد کے لئے

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ (۲)

”میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے“

۱۰۔ علم میں اضافہ کے لئے

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝ (۳)

”اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے“

www.MinhajBooks.com

(۱) البقرہ، ۲: ۲۸۶

(۲) آل عمران، ۳: ۳۸

(۳) طہ، ۲۰: ۱۱۴

۱۱۔ آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لئے

رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ (۱)

”اے ہمارے رب! (ہم تجھے بھولے ہوئے تھے) سو ہم نے ایک ندا دینے والے کو سنا جو ایمان کی ندا دے رہا تھا کہ (لوگو!) اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے (نوشہ اعمال) سے محو فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کی سنگت میں موت دے۔“

۱۲۔ انشراح صدر کے لئے

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ
لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ (۲)

” (موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے ۝ اور میرا کار (رسالت) میرے لئے آسان فرما دے ۝ اور میری زبان کی گرہ کھول دے ۝ کہ لوگ میری بات (آسانی سے) سمجھ سکیں ۝“

۱۳۔ فتح و نصرت کے لئے

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝ (۳)

”اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری (مخالف) قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔“

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۳

(۲) طہ، ۲۰: ۲۸-۲۵

(۳) الاعراف، ۷: ۸۹

۷۔ فرض نمازوں کے بعد کی مسنون دعائیں

ذیل میں چند ایسی دعائیں درج کی جاتی ہیں جو نہ صرف حضور نبی اکرم ﷺ خود مانگا کرتے تھے بلکہ صحابہ کرام ﷺ کو بھی ان کی تلقین فرماتے:

۱۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت معاذ ؓ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنا ہرگز نہ چھوڑنا:

اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ وَأَوْصِي
بِدَالِكَ مُعَاذُ الصَّنَابِحِيِّ وَ أَوْصِي بِهِ الصَّنَابِحِيُّ أَبَا عَبْدِ
الرَّحْمَنِ - (۱)

”اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اچھی طرح عبادت کی ادائیگی میں میری مدد فرما پھر حضرت معاذ نے اس دعا کی نصیحت صنابچی کو کی اور انہوں نے ابو عبد الرحمن کو نصیحت کی (کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنا)۔“

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”آج رات میرا رب میرے پاس نہایت احسن صورت میں آیا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! جب آپ نماز ادا کر چکیں تو یہ دعا مانگیں:

(۱) ۱۔ أبوداود، السنن، کتاب الصلاة، باب في الاستغفار، ۲: ۵۶۴،

رقم: ۱۵۲۲

۲۔ نسائی، السنن الكبرى، ۶: ۳۲، رقم: ۹۹۳۷

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ، وَإِذَا أَرَدْتُ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَأَقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ۔ (۱)

”اے اللہ! میں تجھ سے اچھے اعمال کے اپنانے، برے اعمال کو چھوڑنے اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور جب تو اپنے بندوں کو آزمانے کا ارادہ کرے تو مجھے اس سے پہلے ہی اپنے پاس بلا لے۔“

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”(حالت نماز میں) میں حضور نبی اکرم ﷺ کے عین پیچھے کھڑا ہوتا تھا۔ پس آپ ﷺ جب سلام پھیرتے تو فرماتے:

اللَّهُمَّ، اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِي آخِرَهُ، اللَّهُمَّ، اجْعَلْ خَوَاتِيمَ عَمَلِي رِضْوَانِكَ. اللَّهُمَّ، اجْعَلْ خَيْرَ أَيَّامِي يَوْمَ الْقَاكَ۔ (۲)

”اے میرے اللہ! میری عمر کا آخری حصہ بہترین بنا دے، اے میرے اللہ! میرے اعمال کا خاتمہ اپنی رضا پر کر، اے میرے اللہ! میرے دنوں میں سے بہترین دن اس کو بنا جس دن میں تیرے ساتھ ملاقات کروں۔“

۴۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب بھی فرض نماز یا نفل نماز میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو ان کلمات سے

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ،

باب ومن سورة ص، ۵: ۲۸۲، رقم: ۳۲۳۳

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۷۰۸، رقم: ۱۹۳۲

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۹: ۱۵۷، رقم: ۹۴۱۱

۲۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۴۸۰، رقم: ۱۹۶۲

دعا فرماتے ہوئے سنا جن میں آپ ﷺ نہ اضافہ فرماتے تھے اور نہ کی:

اللَّهُمَّ، اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَخَطَايَايَ، اللَّهُمَّ، أَنْعِشْنِي وَاجْبِرْنِي وَاهْدِنِي
لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ وَالْأَخْلَاقِ فَإِنَّهُ لَا يَهْدِي لِصَالِحِهَا وَلَا يَصْرِفُ
سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ۔^(۱)

”اے میرے اللہ! میری خطائیں اور گناہ بخش دے، اے میرے اللہ! مجھے
(اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے) ہشاش بشاش کر دے اور میرے حال کو
درست فرما اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی رہنمائی عطا فرما پس بیشک تیرے
سوا ان نیک اعمال کی رہنمائی کوئی نہیں فرماتا اور نہ ہی تیرے سوا برے اعمال و
اخلاق سے کوئی بچاتا ہے۔“

۵۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی موجودگی میں حضرت کعب
(احبار) رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھایا: ”اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے لیے دریا کو چیر دیا۔ ہم نے تورات میں دیکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام
جب نماز سے فارغ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کرتے:

اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي جَعَلْتَهُ لِي عِصْمَةً وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ
الَّتِي جَعَلْتَ فِيهَا مَعَاشِي، اللَّهُمَّ، إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ
وَأَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نِقْمَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا مَانِعَ لِمَا
أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، قَالَ:
وَحَدَّثَنِي كَعْبٌ أَنَّ صُهَيْبًا حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَقُولُهُنَّ عِنْدَ

۱ (۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۸: ۲۰۰، رقم: ۷۸۱۱

۲۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۴۷، رقم: ۱۹۳۵

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۱۲

انصِرَافِهِ مِنْ صَلَاتِهِ۔^(۱)

”اے اللہ! وہ دین جو میرے لئے ذریعہ نجات ہے اسے درست فرمادے اور میری دنیا جس میں میرا رزق ہے اس کی اصلاح فرما، اے اللہ! میں تیرے غضب سے تیری رضامندی کی پناہ طلب کرتا ہوں اور تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں۔ تو جو کچھ عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔ اور مال دار کا مال تیرے نزدیک کسی کام نہ آئے گا۔ حضرت مروان ؓ نے کہا کہ مجھ سے حضرت کعب ؓ نے بیان کیا اور حضرت صہیب ؓ نے ان سے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جب نماز ادا فرمالتے تو آپ ﷺ بھی یہ کلمات ارشاد فرماتے۔“

۶۔ حضرت ابو زبیر ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد کہا کرتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ. لَهُ الْبَعْثَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ. وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ. وَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَهْتَلُ بِهِنَّ ذُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ۔^(۲)

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب السہو، باب نوع آخر من الدعاء وعند

الإنصراف من الصلاة، ۳: ۵۰، رقم: ۱۳۴۶

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۸: ۳۳، رقم: ۷۹۸

۳۔ مقدسی، الأحادیث المختارة، ۸: ۶۵، رقم: ۵۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب

الذكر بعد الصلاة و بیان صفتہ، ۱: ۴۱۵، رقم: ۵۹۴

”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے، اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اللہ کے سوا کوئی غالب آنے والا اور قوت رکھنے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اور ہم سوائے اس کے کسی کی عبادت نہیں کرتے اسی کی تمام نعمتیں ہیں اور اسی کے لئے فضل اور تمام اچھی تعریفیں ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کا دین خالص ہے اگرچہ کافروں کو یہ ناگوار گزرے۔“

کن لوگوں کی دعا جلد قبول ہوتی ہے؟

احادیث مبارکہ میں ایسے لوگوں کی نشان دہی کی گئی ہے جن کی دعا جلد قبول ہوتی ہے وہ مستجاب الدعوات درج ذیل ہیں:

۱۔ مظلوم، مسافر اور والد کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ، دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ،
وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ۔^(۱)

..... ۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلم، ۲:

۵۵۸، رقم: ۱۵۰۶

۳۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۲: ۱۸۴، رقم: ۲۸۳۹

۴۔ طبرانی، کتاب الدعاء، ۱: ۲۱۶، رقم: ۲۸۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في

دعوة الوالدین، ۳: ۴۶۹، رقم: ۱۹۰۵

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب الدعاء بظہر الغیب، ۱:

۵۶۸، رقم: ۱۵۳۶

”تین (قسم کے لوگوں کی) دعائیں بلا شک و شبہ مقبول ہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والد کی اپنے بیٹے کے لئے کی گئی بدعا۔“

۲۔ غائب کی دعا

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُو لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلِكُ وَلَكَ بِمِثْلٍ (۱)

”جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو مقرر کردہ فرشتہ کہتا ہے تجھے بھی ایسے ہی نصیب ہو۔“

۳۔ روزہ دار اور عادل حکمران کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تَرُدُّ دَعْوَتَهُمْ: الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ وَعِزَّتِي لَا نُصْرَنَّاكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ (۲)

”تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی روزہ دار جب کہ افطار کرے، عادل حکمران

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، ۴:

۲۰۹۳، رقم: ۲۷۳۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۵۲، رقم: ۳۷۵۹۸

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب في العفو والعافية،

۵: ۵۴۶، رقم: ۳۵۹۸

اور مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں سے بھی اوپر اٹھاتا ہے۔ اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا۔ اگرچہ ایک مدت کے بعد ہو۔“
 علاوہ ازیں مجاہد، حاجی، بیمار اور غنوو درگزر کرنے والے کی بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

روزمرہ کی چند مسنون دعائیں

روزمرہ کی دعائیں جو مختلف مواقع پر حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمائیں اور جن کا صبح و شام مختلف اوقات میں مانگنا سنت ہے۔ ان میں سے چند منتخب دعائیں درج ذیل ہیں:

۱۔ اذان کے بعد کی دعا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان سنے اسے چاہئے کہ یہ کہے:

اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ آتِ مُحَمَّدًا
 الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوداً الَّذِي وَعَدْتَهُ، حَلَّتْ لَهُ
 شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔^(۱)

”اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما، اور انہیں مقام محمود پر فائز فرما، تو اس کے لیے قیامت کے روز میری شفاعت حلال ہوگی۔“

(۱) ۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب الدعاء عند اللہ اذن،

۱: ۲۲۲، رقم: ۵۸۹

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقول إذا اذن

المؤذن، ۱: ۲۵۲، رقم: ۲۱۱

۲۔ مسجد میں داخل ہونے کی دعا

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ - (۱)

اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“

۳۔ مسجد سے نکلنے کی دعا

اللَّهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ - (۲)

اے اللہ! ”میں تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں۔“

۴۔ گھر میں داخل ہونے کی دعا

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو کہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللَّهِ وَ لَجْنَا،

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب ما يقول

إذا دخل المسجد، ۱: ۴۹۴، رقم: ۷۱۳

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصلوة، باب ما يقول عند

دخوله المسجد، ۱: ۳۴۷، رقم: ۳۱۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب ما يقول

إذا دخل المسجد، ۱: ۴۹۴، رقم: ۷۱۳

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصلوة، باب ما يقول عند

دخوله المسجد، ۱: ۳۴۷، رقم: ۳۱۴

وَبِسْمِ اللَّهِ خَرَجْنَا، وَ عَلَى اللَّهِ رَبَّنَا تَوَكَّلْنَا، ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَيَّ أَهْلِيهِ۔^(۱)

”اے اللہ! میں تجھ سے (گھر میں) داخل ہونے کی بھلائی مانگتا ہوں اور (گھر سے باہر) نکلنے کی بھلائی۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہم نکلے اور اپنے رب پر ہم نے بھروسہ کیا پھر اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔“

۵۔ گھر سے باہر نکلنے کی دعا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھر سے باہر جاتے وقت یہ کلمات کہے جائیں:

بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔^(۲)

”اللہ کے نام سے (باہر جاتا ہوں) میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے کی قوت اسی (کی عطا) سے ہے۔“

۶۔ بازار میں داخل ہونے کی دعا

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر بواسطہ والد اپنے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص بازار میں داخل ہو تو یہ کلمات کہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي

(۱) أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء فيمن دخل بيته ما يقول،

۴: ۳۶۰، رقم: ۵۰۹۶

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب ما يقول إذا خرج من

بيته، ۵: ۴۲۶، رقم: ۳۴۲۶

وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہی ہے وہی لائق ستائش ہے۔ وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اس کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

۷۔ سفر کی دعا

حضرت علی ازدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بتلایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر پر جاتے تو سورۃ الزخرف کی درج ذیل آیت نمبر ۱۳ اور ۱۴ پڑھے:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَ مَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۝ وَ إِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۝ (۲)

پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے تابع کر دیا حالانکہ ہم اسے قابو میں نہیں لاسکتے تھے ۝ اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں ۝

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما یقول إذا دخل

السُّوق، ۵: ۴۲۷، رقم: ۳۴۲۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب ما یقول إذا ركب إلى سفر

الحج وغیره، ۲: ۹۷۸، رقم: ۱۳۴۲۔

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما یقول إذا

ركب دابة، ۵: ۴۴۳، رقم: ۳۴۴۶۔

۸۔ سفر سے واپسی کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ ادا کرنے کے بعد سفر سے واپس تشریف لاتے تو یوں فرمایا کرتے تھے:

أَيُّونَ تَأْتِيُونَ عَبَادُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔^(۱)

”ہم آنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔“

۹۔ قبروں کی زیارت کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور اہل قبور کو ان کلمات سے سلام فرمایا:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِكُمْ لَآحِقُونَ۔^(۲)

”اے مومن اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اور بے شک ہم اگر اللہ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں۔“

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب العمرة، باب ما يقول إذا رجع من الحج

أو الغزو، ۲: ۶۳۷، رقم: ۱۷۰۳

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الحج، باب ما يقول إذا ركب إلى الحج

وغیره، ۲: ۹۷۸، رقم: ۱۳۳۲

(۲) ابن ماجہ، السنن، کتاب الزهد، باب ذِکْرِ الْحَوْضِ، ۴: ۵۶۴، رقم:

۱۰۔ مریض کی عیادت کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بندہ کسی ایسے بیمار کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت نہ آچکا ہو تو وہ سات بار یوں کہے:

أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيكَ إِلَّا غُوفِي - (۱)
 ”میں اللہ بزرگ و برتر اور عرشِ عظیم کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء عطا فرمائے۔“

۱۱۔ کھانا شروع کرنے کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ فِي
 أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ - (۲)
 ”جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اللہ کا نام ضرور لے۔ اگر کھانے سے پہلے اللہ کا نام لینا بھول جائے تو بسم اللہ اولہ و آخرہ کہنا چاہئے۔“

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب طب، باب ما جاء فی التداوی بالعسل،

۳: ۵۹۳، رقم: ۲۰۸۳

(۲) أبو داود، السنن، کتاب الأطعمة، باب التسمیہ علی الطعام: ۳،

۳۵۶، رقم: ۳۷۶۷

۱۲۔ کھانے کے بعد کی دعا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو کہتے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ۔^(۱)

”سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔“

۱۳۔ کسی کے ہاں کھانا کھانے کی دعا

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے کھانا تناول فرمانے کے بعد یہ دعا مانگی۔

اللَّهُمَّ، بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ۔^(۲)

اے اللہ! ”جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں برکت فرمایا: ان کی بخشش فرما، اور ان پر رحم فرما۔“

(۱) أبو داود، السنن، کتاب الطعمۃ، باب ما یقول الرجل إذا طعم، ۳:

۳۸۱، رقم: ۳۸۵۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الأشربة، باب استحباب وضع النوی

خارج النحر، و استحباب دعاء الضیف لأهل الطعام، ۳: ۱۶۱۵، رقم:

۲۰۴۲

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدعوات، باب فی دعاء

الضیف، ۵: ۵۳۵، رقم: ۳۵۷۶

۱۴۔ چھینکنے وقت کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ چھینک سننے والا یہ کہے: يَرْحَمُكَ اللهُ (اللہ تم پر رحم فرمائے)۔ پھر اس کے جواب میں چھینکنے والا اس طرح کہے:

يَهْدِيكُمْ اللهُ وَيُصَلِّحُ بِالْكُمِ۔^(۱)

”اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح فرمائے۔“

۱۵۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو کہتے:

اللَّهُمَّ، إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ۔^(۲)

”اے اللہ! میں ناپاکی اور ناپاکیوں سے تیری پناہ لیتا ہوں۔“

(۱) ۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب إِذَا عَطَسَ كَيْفَ

يُسَمَّتْ، ۵: ۲۲۹۸، رقم: ۵۸۷۰

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الأدب عن رسول الله، باب ما

جاء كيف يُسَمَّتْ العاطس، ۴: ۴۵۶، رقم: ۲۷۴۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب ما يقول عند الخلاء، ۱:

۶۶، رقم: ۱۴۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحيض، باب ما يقول إذا أراد دخول

الخلاء، ۱: ۲۸۳، رقم: ۳۷۵

۱۶۔ بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو کہتے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَ عَافَانِي۔ (۱)
 ”خدا کا شکر ہے جس نے تکلیف مجھ سے دور کر دی اور عافیت بخشی۔“

۱۷۔ نیا چاند دیکھنے کی دعا

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا مانگتے:

اللَّهُمَّ، أَهْلُهُ عَلَيْنَا بِالْيَمَنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّي
 وَرَبُّكَ اللَّهُ۔ (۲)

”الہی! اس کا طلوع ہونا ہمارے لئے امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کا ذریعہ بنا
 اور تیرا رب اللہ ہے۔“

۱۸۔ آئینہ دیکھنے کی دعا

حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ دیکھتے وقت فرمایا کرتے تھے:

(۱) ابن ماجہ، السنن، کتاب الطہارۃ، باب ما یقول إذا خرج من الخلاء،

۱: ۱۷۷، رقم: ۳۰۱

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما یقول عند رؤیة

الہلال، ۵: ۲۴۷، رقم: ۳۴۵۱

اللَّهُمَّ، حَسَّنْتَ خَلْقِي فَأَحْسِنْ خُلُقِي - (۱)

”اے اللہ! تو نے مجھے حسین بنایا پس میرے اخلاق کو بھی خوبصورت بنا۔“

۱۹۔ نیا لباس پہننے کی دعا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے خواہ وہ ٹمٹیس ہوتی یا تمامہ اور پھر کہتے:

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهِ وَ خَيْرِ مَا صُنِعَ لَهُ، وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ - (۲)

”اے اللہ! تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں تو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے نیز جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اس کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

سوتے وقت کی مسنون دعائیں

سوتے وقت درج ذیل دعائیں مانگنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے:

۱۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر جاتے تو کہتے:

بِاسْمِكَ أُمُوتُ وَ أَحْيَا - (۳)

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۶: ۳۶۴، رقم: ۸۵۴۲

(۲) أبو داود، السنن، کتاب اللباس، باب ما يقول إذا لبس ثوباً جديداً،

۴: ۳، رقم: ۴۰۲۰

(۳) بخاری، الصحيح، کتاب الدعوات، باب ما يقول إذا نام، ۵: ۲۳۲۶،

رقم: ۵۹۵۳

”تیرے نام کے ساتھ سوتا اور جاگتا ہوں۔“

۲۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ (۲۱۰-۲۷۹ھ) نے اسی روایت کو بعض الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیتے اور یہ دعاء پڑھتے:

اللَّهُمَّ، قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ أَوْ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔^(۱)

”اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو بندوں کو جمع کرے گا یا (قبروں سے) اٹھائے گا۔“

۳۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب تم سونے لگو تو نماز جیسا وضو کر لیا کرو، پھر داہنی کروٹ پر لیٹ جایا کرو۔ پھر کہو:

اللَّهُمَّ، أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَالْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنجِي مَنكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اللَّهُمَّ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ۔^(۲)

”اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء إذا

أوی إلى فراشه، ۵: ۴۰۴، رقم: ۳۳۹۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی

الوضوء، ۱: ۹۷، رقم: ۲۴۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب

ما یقول عند النوم وأخذ المضجع، ۴: ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، رقم: ۲۷۱۰

اور تجھ سے رغبت اور خوف رکھتے ہوئے اپنی پیٹھ جھکا دی۔ تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے اللہ! میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمائی جسے تو نے بھیجا۔‘

۳۔ سوتے وقت یہ تصور کرے کہ سونا ایک طرح کی وفات ہے اور جاگنا ایک طرح کا جی اٹھنا ہے۔ سوتے وقت وہ اپنے دل کو ٹٹولے کہ کس بات پر وہ نیند کر رہا ہے اور اس وقت دل پر کیا چیز غالب ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت یا اس سے ملنے کی محبت زیادہ ہے یا دنیا کی محبت زیادہ ہے۔ اس کے بعد یقین کر لے کہ میری موت بھی اسی حال پر ہوگی جو دل پر غالب ہے اور اسی پر میرا حشر ہوگا۔

جاگتے وقت کی مسنون دعائیں

جاگتے وقت درج ذیل دعائیں مانگنا سنت نبوی ﷺ ہے:

۱۔ حضرت حذیفہ ؓ نے بیان کیا کہ جب آپ ﷺ بیدار ہوتے تو فرماتے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔^(۱)

”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) اٹھ کر جانا ہے۔“

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”جب کبھی رات کو سونے کے دوران حضور نبی اکرم ﷺ کی آنکھ کھل جاتی تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ۔^(۲)

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب الدعوات، باب ما يقول إذا نام، ۵: ۲۳۲۶،

رقم: ۵۹۵۳

(۲) ابن حبان، الصحيح، ۱۲: ۳۳۰، رقم: ۵۵۳۰

حضور نبی اکرم ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات تلاوت فرماتے اور دعائے نور بھی آپ ﷺ کے رات کے مرغوب اوراد میں شامل تھی۔

دعائے نور

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مبارکہ میں دعائے نور درج ذیل الفاظ کے ساتھ منقول ہے:

اللَّهُمَّ، اجْعَلْ لِي نُورًا فِي قَلْبِي، وَنُورًا فِي قَبْرِي، وَنُورًا مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَنُورًا مِنْ خَلْفِي، وَنُورًا عَنْ يَمِينِي، وَنُورًا عَنْ شِمَالِي، وَنُورًا مِنْ فَوْقِي، وَنُورًا مِنْ تَحْتِي، وَنُورًا فِي سَمْعِي، وَنُورًا فِي بَصَرِي، وَنُورًا فِي شَعْرِي، وَنُورًا فِي بَشَرِي، وَنُورًا فِي لِحْيِي، وَنُورًا فِي دَمِي، وَنُورًا فِي عِظَامِي. اللَّهُمَّ، أَعْظِمْ لِي نُورًا، وَأَعْظِمْ نُورًا، وَاجْعَلْ لِي نُورًا۔^(۱)

”اے اللہ! میرے دل میں نور بھر دے، میری قبر میں نور بھر دے، میرے آگے نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے، میرے دائیں نور کر دے، میرے بائیں نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، میری سماعت میں نور کر دے، میری بصارت میں نور کر دے، میرے بالوں میں نور کر دے، میری جلد میں نور بھر دے، میرے گوشت میں نور بھر دے، میرے خون میں نور بھر دے اور میری ہڈیوں میں نور بھر دے۔ اے اللہ! میرے لئے نور کو بڑھا دے، مجھے نور عطا فرما اور مجھے نور ہی نور بنا دے۔“

(۱) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ما جاء ما يقول

إذا قام من الليل إلى الصلاة، ۵: ۴۱۹، ۴۲۰، رقم: ۳۴۱۹

۲- بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۲۷، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۵۷

۳- مسلم، الصحیح، کتاب صلاة المسافرين، ۱: ۵۲۶، رقم: ۷۶۳

حاصلِ کلام

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا عاجزی و انکساری کی حالت میں کیفیتِ قلب کے اظہار کا نہایت آسان اور ایسا محبوب ترین عمل ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی شامل حال رہا۔ اور ہمارے آقا و مولا ﷺ کا پسندیدہ معمول بھی یہی تھا دعا کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام کی زبانِ اقدس سے دعائیہ کلمات ”رَبَّنَا“ ایک سو پانچ (۱۰۵) مرتبہ اور ”رَبِّ“ انہتر (۶۹) مرتبہ ادا کروائے۔ علاوہ ازیں لفظ اللّٰهُمَّ کا پانچ (۵) مرتبہ ذکر آیا ہے۔ کتب حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب بے شمار مسنون دعاؤں کا ذکر ملتا ہے۔

لِكَلِّجَعَلْنَا مِنْكُمْ اُمَّةً مِّنْهَا جَا

www.MinhajBooks.com

باب ہشتم

فضائل صدقات و خیرات

www.MinhajBooks.com

دینی زندگی میں صدقہ و خیرات کی جو اہمیت ہے اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ صدقہ و خیرات سے کیا مراد ہے اور یہ کن کن فضیلتوں کا حامل ہے اس کا ذکر ہم ذیل میں تفصیل سے کریں گے:

معنی و مفہوم

صدقہ کا لغوی معنی خیرات ہے۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے غریب لوگوں کو دیا جائے۔^(۱)
امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

”صدقہ وہ مال ہے جس کا ادا کرنا واجب نہ ہو بلکہ خیرات دینے والا اس سے اصلاح و تقویٰ کا قصد کرے“،^(۲)

مذکورہ بالا معانی سے صدقہ کا مفہوم یہ ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد زائد مال و دولت کو مستحقین کے درمیان اس طرح خرچ کیا جائے کہ ان کا معاشی تعطل ختم ہو۔ ان کی تخلیقی جدوجہد بحال ہو اور وہ معاشرے کی ترقی میں مطلوبہ کردار بحسن و خوبی سرانجام دے سکیں۔

www.MinhajBooks.com

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۰: ۱۹۶

(۲) راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن: ۳۸۰

عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے بخشش اور عظیم اجر تیار فرما رکھا ہے ۵

ایک اور مقام پر ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ۔ (۱)

”اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔“

سورۃ البقرہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ۔ (۲)

”اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو۔“

متعدد احادیث نبوی ﷺ میں صدقہ و خیرات کی فضیلت و اہمیت بیان ہوئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر مسلمان کو اس عملِ خیر کی تاکید فرمائی ہے۔

۱۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ آپ سے پوچھا گیا (ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے) جو صدقہ کو نہ پاسکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کمائے اور اپنے آپ کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے۔ عرض کیا گیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے۔ فرمایا: کسی مجبور اور پریشان آدمی کی مدد کرے۔ پوچھا گیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے۔ فرمایا: نیکی کا حکم دے۔ کہا گیا

(۱) البقرہ، ۲: ۲۵۳

(۲) البقرہ، ۲: ۲۶۷

اگر یہ بھی نہ کر سکے، فرمایا: برائی سے باز رہے یہ بھی صدقہ ہے۔“ (۱)

۲۔ حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں صدقہ کے متعلق بتائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ثواب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے صدقہ کرتا ہے اس کے لئے یہ آگ سے ڈھال ہے۔“ (۲)

۳۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمَسِّكَهُ شَرٌّ لَكَ. وَلَا تَلَامُ عَلَى كِفَافٍ وَأَبْدًا بِمَنْ تَعُولُ. وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى۔ (۳)

”اے ابن آدم! تیرے لیے ضرورت سے زائد چیز کا خرچ کرنا بہتر ہے اور (ضرورت سے زائد اپنے پاس) روکے رکھنا تیرے لئے برا ہے، اور بقدر ضرورت (اپنے پاس) رکھنے پر تجھے کچھ ملامت نہیں اور پہلے ان پر خرچ کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں، اور اوپر کا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) نیچے کے ہاتھ (یعنی لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔“

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب بيانه أنه اسم الصدقة يقع على كل نوع، ۲: ۶۹۹، رقم: ۱۰۰۸

(۲) طبرانی، المعجم الكبير، ۲۵، ۳۵، رقم: ۶۲

(۳) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب: بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى، ۲: ۷۱۸، رقم: ۱۰۳۶

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الشهادات عن رسول الله ﷺ،

باب ماجاء في الزهادة في الدنيا، ۴: ۱۶۳، رقم: ۲۳۴۳

”بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن پر لوہے کی دوزرہیں ہوں، جب صدقہ دینے والا صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے نشان مٹا دیتی ہے اور جب بخیل صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اس کے ہاتھ اس کے گلے میں پھنس جاتے ہیں اور ہر حلقہ دوسرے میں گھس جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا بخیل اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتی۔“ (۱)

۵۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَنْفَقِي (أَوْ أَنْصَحِي، أَوْ أَنْفَجِي) وَلَا تُحْصِي، فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ - (۲)

”خرچ کرو اور رگن گن کے نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا۔“

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

”تم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا، اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن کے خرچ سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، بھلا بتلاؤ تو سہی جب سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے کس قدر خرچ کر چکا ہے، (اس کے باوجود) اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب مثل النفق والبخل، ۲: ۷۰۸، رقم: ۱۰۲۱

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب الحث فی الإنفاق، ۲: ۷۱۳، رقم: ۱۰۲۹

کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں صفت قبض ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے پست کر دیتا ہے۔“ (۱)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی کوئی حد نہیں

انفاق فی سبیل اللہ اصول نصاب اور حد کے تعینات کے ذیل میں نہیں آتا۔ اس کے لئے نہ کم سے کم نصاب متعین ہے اور نہ زیادہ سے زیادہ حد، کیونکہ یہ ”انفاق“ احسان ہے۔

”احسان“ ایسا فعل ہے جو حدود و قیود سے بلند و بالا ہے، احسان میں چونکہ محسن کے پیش نظر اپنی ذات اور مادی منفعت نہیں ہوتی، اس لئے اس کا کوئی ”نصاب“ نہیں مقرر۔ مزید برآں احسان میں چونکہ دوسرے شخص کے استحقاق کا قانونی تعین نہیں ہوتا، اس لئے اس پر کوئی حد نہیں ہوتی۔ انفاق، جو فعل احسان کی عملی صورت ہے، رضائے الہی کے نصب العین کی خاطر ہر ایک پر لازم ہے، خواہ غریب ہو یا امیر، صاحب نصاب ہو یا غیر صاحب نصاب، تھوڑا دے سکے یا زیادہ، جو کچھ بھی اُسے میسر ہو۔ اُسی میں حسب استطاعت انفاق کرنا ”احسان“ ہے۔ اس پر یہ شرط نہیں ہے کہ کتنا مال ہو تو اس میں سے دے؟ یہ بات دینے والے کے لئے اپنے ظرف، غنائے نفس اور اُس کے ذاتی حالات پر منحصر ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔ (۲)

”اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ

کرتے ہیں۔“

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب الحث علی النفقة، ۲: ۶۹۱،

رقم: ۹۹۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۳

یہاں ”ما“ کلمہ عام ہے۔ جو نصاب کی شرط سے پاک ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ بھی خزانہ قدرت سے نصیب ہوا ہو اسی میں سے کم یا زیادہ راہِ خدا میں خرچ کیا جائے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ أَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ (۱)

”اور تم اس (مال) میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کی مہلت اور کیوں نہ دے دی کہ میں صدقہ و خیرات کر لیتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا“

اس آیت کریمہ میں ایک بدیہی حقیقت واضح کی گئی ہے وہ یہ کہ انفاق کے لئے ڈھیروں مال کا ہونا ضروری نہیں۔ جو کچھ میسر ہو اسی میں سے خرچ کیا جانا چاہیے۔ اسی کا نام ”احسان“ ہے۔ دوسری یہ بات واضح کی گئی ہے کہ خدا کے مقررین و صالحینِ گروہ میں شامل ہونے کی یہی صورت ہے کہ انفاقِ مال کے عمل کو اپنایا جائے۔

صدقہ و خیرات کی اہمیت و فضیلت

حضور نبی اکرم ﷺ کے متعدد ارشادات میں صدقہ و خیرات کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ صدقہ اپنے ہاتھوں سے وصول فرماتا ہے

اگر مال اللہ کی راہ میں خلوص دل سے خرچ کیا جائے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں

سے وصول فرماتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں سے کسی عمل کو اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں کہا کہ جب بھی تم ادا کرتے ہو تو میں خود بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے وصول کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمَنُ بِيَمِينِهِ وَإِنْ كَانَتْ تَمْرَةً فَتَرَبُّو فِي كَفِّ الرَّحْمَنِ حَتَّى تَكُونَ أَكْثَمَ مِنَ الْجَبَلِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدَكُمْ فَلَوْهُ أَوْ فَصِيلَهُ۔^(۱)

”جو شخص پاکیزہ مال سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کے سوا قبول نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے خواہ وہ ایک کھجور ہو، پھر وہ صدقہ دستِ قدرت میں بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ پہاڑ سے زیادہ ہو جاتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔“

۲۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم میں سے ہر شخص عنقریب اللہ تعالیٰ سے اس طرح کلام کرے گا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ جب انسان اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے صرف اپنے بیچے ہوئے اعمال نظر آئیں گے اور بائیں طرف دیکھے گا تب بھی اسے وہ اعمال نظر آئیں گے، جو اس نے آگے بیچے ہیں سامنے دیکھے گا تو دوزخ نظر آئے گی، پس تم آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے، ایک اور سند میں ہے خواہ اچھی بات سے۔“^(۲)

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب

الطیب، ۲: ۴۰۲، رقم: ۱۰۱۴

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقة ولوبشق

تمرة، ۲: ۴۰۳، رقم: ۱۰۱۶

۲۔ صدقہ و خیرات نیکی اور تقویٰ کی بنیاد ہے

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔^(۱)

”تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔“

یہاں ”بر“ یعنی نیکی اور دینداری کا حصول ”انفاق فی المال“ کے بغیر ناممکن قرار دے دیا گیا ہے۔ قرآن کا اس سے زیادہ صریح اعلان اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمہاری نیکی صرف اور صرف خدا کے راستے میں انفاقِ مال پر منحصر ہے۔ گویا عام لفظوں میں ”انفاق“ ہی کو ”بر“ یعنی نیکی قرار دے دیا گیا۔

۲۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ کے الفاظ بھی اسی حقیقت کی تائید کر رہے ہیں کہ اصل نیکی ”انفاق فی المال“ ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ
وَاتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ
السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ۔^(۲)

”بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قربت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے۔“

(۱) آل عمران، ۳: ۹۲

(۲) البقرہ، ۲: ۱۷۷

اس آیت کریمہ میں جملہ احکام و اعمال کو ”تصویر نیکی“ کے ضروری جُز کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ لیکن قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ قرآن شرطِ ایمان پوری کرنے کے بعد نیکی کے حصول کا سب سے اوّلین تقاضا ”انفاق فی المال“ ہی کو قرار دے رہا ہے اور اس آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا:

أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۗ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ (۱)

”یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں۔“

گویا نیکی اور صدق و تقویٰ جیسے تمام تصورات کا تقاضاے اوّلین ”انفاق فی المال“ ہے۔ اس کے بغیر انسان صالحیت کے کسی مقام کو حاصل نہیں کر سکتا۔

”انفاق فی سبیل اللہ“ دینِ حق کے جملہ مقاصد کی تائید و تصدیق ہے اور اس سے انحراف، دینِ حق کے جملہ مقاصد کی تکذیب و تردید۔ یعنی اگر یہ نہ ہو تو دین کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس امر کا فیصلہ کس طرح ہوگا کہ کون نیکی کی تصدیق کر رہا ہے اور کون تکذیب؟ قرآن نے اس امر کا دو ٹوک فیصلہ فرما دیا:

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَ اتَّقَى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيْرُهُ لِلسَّيْرِ ۝
وَ أَمَّا مَنْ بَخَلَ وَ اسْتَعْنَى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيْرُهُ
لِلْعَسْرِ ۝ (۲)

”پس جس نے (اپنا مال اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور اس نے (انفاق و تقویٰ کے ذریعے) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کی تصدیق کی تو ہم عنقریب اسے آسانی (یعنی رضائے الہی) کے لئے سہولت

(۱) البقرة، ۲: ۱۷۷

(۲) اللیل، ۹۲: ۵-۱۰

فراہم کر دیں گے ۰ اور جس نے بخل کیا اور (راہِ حق میں مال خرچ کرنے سے) بے پروا رہا ۰ اور اس نے (یوں) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کو جھٹلایا ۰ تو ہم عنقریب اسے سختی (یعنی عذاب کی طرف بڑھنے) کے لئے سہولت فراہم کر دیں گے (تاکہ وہ تیزی سے مستحقِ عذاب ٹھہرے) ۰“

”سورۃ الماعون“ کا پورا نفسِ مضمون اسی امر کی تائیدی شہادت فراہم کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۚ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۚ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۚ فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۚ الَّذِينَ هُمْ يُرَآؤُونَ ۚ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۚ (۱)

”کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے) ۰ اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی استحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا) ۰ پس افسوس (اور خرابی) ہے ان نمازیوں کے لئے ۰ جو اپنی نماز (کی روح) سے بے خبر ہیں (یعنی انہیں محض حقوق اللہ یاد ہیں حقوق العباد بھلا بیٹھے ہیں) ۰ وہ لوگ (عبادت میں) دکھلاوا کرتے ہیں (کیونکہ وہ خالق کی رسی بندگی بجا لاتے ہیں اور پسپا ہوئی مخلوق سے بے پروا ہی برت رہے ہیں) ۰ اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگے نہیں دیتے“

مذکورہ بالا سورت میں اوّل سے آخر تک ”دین کے جھٹلانے والوں“ کی اصل پہچان بیان کی گئی ہے۔

گویا بندگی یہ ہے کہ انسان کس حد تک اپنے خالق و مالک کی رضا کی خاطر اس کے پریشان حال بندوں سے عملی ہمدردی اور یہی خواہی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اگر دل میں انسانیت کا یہ درد اور جذبہ خدمت نہ ہو بلکہ اس کے برعکس زندگی کا طرز عمل خود غرضانہ، مفاد پرستانہ ہو تو کوئی عبادت، عبادت نہیں اور نہ کوئی نماز، نماز ہے۔ بلکہ سب دکھلاوا اور ریا کاری بن جاتا ہے، جو انسان کو بجائے خدا کے قریب کرنے کے، جہنم کا ایندھن بنا دے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّي الْمِسْكِينَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، يَا عَائِشَةُ أَحَبِّي الْمَسَاكِينَ وَ قَرِّبِيهِمْ فَإِنَّ اللَّهَ يَقْرَبُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔^(۱)

”اے عائشہ! مسکین (کے سوال) کو کبھی رو نہ کرنا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ اے عائشہ! مسکین سے محبت رکھ اور انہیں اپنے قریب کر (ایسا کرنے سے) اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اپنا قرب نصیب کرے گا۔“

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

وَأَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوَسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔^(۲)

”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے، پھر آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔“

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر سورۃ ماعون کے مضمون کے تعلیمی پہلو کو اس

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الشهادات، باب ماجاء أن فقراء

المهاجرین، ۴: ۱۷۲، رقم: ۲۳۵۲

(۲) بخاری الصحیح، الطلاق، باب اللکان، ۵، ۲۰۳۲، رقم: ۴۹۹۸

طرح دہرایا گیا ہے:

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝^(۱)

”اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوجود ایثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں“

۳۔ صدقہ و خیرات اصل دین داری ہے

۱۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعُقْبَةُ ۝ فَكَّرَبَةً ۝ أَوْ إِطْعَمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَالَيْتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝^(۲)

”اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ وہ (دین حق کے مجاہدہ کی) گھائی کیا ہے وہ (غلامی و محکومی کی زندگی سے) کسی گردن کا آزاد کرانا ہے یا بھوک والے دن (یعنی قحط و افلاس کے دور میں غریبوں اور محروم المعیشت لوگوں کو) کھانا کھلانا ہے (یعنی ان کے معاشی تعطل اور ابتلاء کو ختم کرنے کی جدوجہد کرنا ہے) قرابت دار یتیم کو یا شدید غربت کے مارے ہوئے محتاج کو جو محض خاک نشین (اور بے گھر) ہے پھر (شرط یہ ہے کہ ایسی جدوجہد کرنے والا) وہ شخص ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی نصیحت کرتے ہیں اور باہم رحمت و شفقت کی تاکید کرتے ہیں یہی لوگ دائیں طرف والے (یعنی اہل سعادت و مغفرت) ہیں اور جن لوگوں نے

(۱) الدر، ۶: ۸

(۲) البلد، ۹۰: ۱۲-۱۹

ہماری آیتوں کا انکار کیا وہ بائیں طرف والے ہیں (یعنی اہل شقاوت و عذاب) ہیں ○

مذکورہ بالا آیات نے ”العقبة“ سے علامتی طور پر دین حق کی پیروی کا وہ اصل راستہ دکھایا ہے جو شہادت گہ الفت ہے۔ یہ عنوان سے اس عمل کی نشان دہی کرتا ہے جو صرف اور صرف ضرورت مندوں اور محتاجوں کے معاشی ابتلاء و تعطل کو دور کر کے انہیں زندگی میں آسودگی و آسائش مہیا کرنے سے عبارت ہے تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی تخلیقی جدوجہد جاری رکھ سکیں۔ بلاخراسی عمل کو شرط ایمان قرار دے کر صبر و تحمل اور باہمی مودت و رحمت کی تلقین کی گئی ہے اور ایسے لوگوں کو ”اصل دیندار اور جنتی“ قرار دیا گیا ہے۔ جو انفاق فی سبیل اللہ کی راہ پر گامزن ہیں۔ جب کہ اس طرز عمل اور ہدایات ربانی سے انکار و انحراف کرنے والوں کو لادین اور جہنمی قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح قوم شمود کی تباہی و ہلاکت کا بیان کرتے ہوئے قرآن مجید ”سورۃ الماعون“ کے مضمون کو پھر دہراتا ہے۔ جس سے بے دینی کے قرآنی تصور کا اندازہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ○ وَلَا تَحْضُونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ ○
وَتَأْكُلُونَ التَّرَاتِ أَكْلًا لَّمًّا ○ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ○^(۱)

”یہ بات نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ عزت اور مال و دولت کے ملنے پر) تم یتیموں کی قدر و اکرام نہیں کرتے ○ اور نہ ہی تم مسکینوں (یعنی غریبوں اور محتاجوں) کو کھانا کھلانے کی (معاشرے میں) ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو ○ اور وراثت کا سارا مال سمیٹ کر (خود ہی) کھا جاتے ہو (اس میں سے افلاس زدہ لوگوں کا حق نہیں نکالتے) ○ اور تم مال و دولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہو ○“

(۱) الفجر، ۸۹: ۱۷-۲۰

مذکورہ بالا حتمی دلائل و شواہد کی روشنی میں اس امر کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل باقی نہیں رہنا چاہیے کہ ”انفاق فی المال“ ہی حقیقت میں تصدیق دین اور اس کا ترک تکذیب دین ہے۔

۴۔ صدقہ و خیرات رضائے الہی کے حصول کا ذریعہ ہے

رضائے الہی کے حصول کے لئے صدقہ و خیرات کا کیا کردار ہے اس اٹل اور ناقابل تردید حقیقت کو قرآن نے ایک شاندار تمثیل کے ذریعے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَشْبِيهَا مِثْلُ أَنْفُسِهِمْ
كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَاتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ
يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطُلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ (۱)

”اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اپنے آپ کو (ایمان و اطاعت پر) مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی سطح پر ہو اس پر زوردار بارش ہو تو وہ دوگنا پھل لائے اور اگر اسے زوردار بارش نہ ملے تو (اسے) شبنم (یا ہلکی سی پھوار) بھی کافی ہو، اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے“

اس آیت کریمہ نے پیش نظر مضمون کو اس طرح اجاگر کر دیا کہ اس کی صحت و حقانیت پر کسی مزید تصدیق کی ضرورت نہ رہی۔ آیت کریمہ کا مدعا یہ ہے کہ جس طرح مرطوب آب و ہوا سے کسی علاقے میں اونچائی پر واقع باغ کو اس سے بے نیاز کر دیا کہ بارش ہونہ ہو ہر حال میں پھل دیتا ہے۔ اسی طرح ”انفاق فی المال“ تھوڑا ہو یا زیادہ ہر صورت میں رضائے الہی کا پھل لاتا ہے۔ رضائے الہی کے حصول کی حتمی ضمانت جس

انداز سے ”عملِ انفاق“ کے نتیجے میں بیان کی گئی ہے۔ کسی اور عمل کے نتیجے میں نہیں کی گئی۔ اس تمثیل کے ذریعے دراصل یہ واضح کیا گیا ہے کہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص رضائے الہی کی خاطر ”انفاق“ کرے اور اسے بالیقین رضائے الہی کا ثمر نصیب نہ ہو۔ گویا ”انفاق فی المال“ اور ”رضائے الہی“ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ یا ”شرط“ اور ”صلہ“ ہیں۔ اگر مطلوبہ شرط پوری کی جائے تو صلہ بہر صورت میسر آ کر رہے گا۔

۲۔ قرآن حکیم نے اسی تصور کو ایک اور مقام پر یوں بیان کیا ہے:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَاتِ الرَّسُولِ ۗ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۖ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ ۗ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (۱)

”اور بادیہ نشینوں میں (ہی) وہ شخص (بھی) ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کچھ (راہِ خدا میں) خرچ کرتا ہے اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول (ﷺ) کی (رحمت بھری) دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتا ہے، سن لو! بیشک وہ ان کے لئے باعثِ قربِ الہی ہے، جلد ہی اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرما دے گا۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۝ اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجہٴ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہو گیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی

ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے“

پہلی آیت نے ”انفاق“ کے وجوب کو قرب الہی و رضائے الہی اور قرب و رضائے رسول ﷺ کا باعث قرار دیا ہے تو دوسری آیت نے اس عمل کو احسان کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے رضائے الہی کی حقیقی اساس قرار دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حیات انسانی کا اصل نصب العین اور مقصد وحید رضائے الہی کا حصول ہے۔ جس تک رسائی انفاق فی سبیل اللہ کے بغیر ممکن نہیں۔

۵۔ صدقہ و خیرات - قرضِ حسنہ

مال اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنا انسان کا کوئی ذاتی کمال نہیں کیونکہ مال و جان سب کچھ اسی خالق کی عطا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے بندے پر یہ احسان کیا کہ اس مال کو وصول کر کے کئی گنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے اور بعض کو بے حساب و کتاب بھی دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ۔^(۱)

”صدقہ دولت کو کم نہیں کرتا، معاف کرنے سے بندے کی عزت میں ہی اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی شان بلند کر دیتا ہے۔“

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ قَطُّ وَمَا مَدَّ عَبْدٌ يَدَهُ بِصَدَقَةٍ إِلَّا أَلْقَيْتَ فِي يَدِ اللَّهِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ فِي يَدِ السَّائِلِ وَلَا تَفْتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ لَهُ

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب البر و الصلۃ و الأداب، باب استحباب العفو

والتواضع، ۴: ۲۰۰۱، رقم: ۲۵۸۸

عَنْهَا غِنَى إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ - (۱)

”صدقہ دولت کو کم نہیں کرتا۔ جب کوئی آدمی اپنا ہاتھ صدقہ کرنے کے لئے بڑھاتا ہے وہ سائل تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ڈال دیا جاتا ہے اور جو آدمی مستغنی ہوتے ہوئے مانگنا شروع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔“

۳۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كُنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُتَفَقَّحُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ اور میرے نزدیک اپنے مال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ بڑھانے (کنوئیں کا نام) ہے اور وہ آج سے صدقہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے نیکی اور ذخیرہ آخرت کا امیدوار ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ سے اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق کسی مناسب مصرف میں لے آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوب یہ تو نفع مند مال ہے، بہت خوب! یہ تو نفع مند مال ہے۔“ (۲)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْبَلُ الصَّدَقَاتِ وَيَأْخُذُهَا بِيَمِينِهِ، فَيُرَبِّهَا لِأَحَدِكُمْ كَمَا يُرَبِّي أَحَدَكُمْ مَهْرَهُ، أَوْ قَلْوَهُ، أَوْ فَصِيلَهُ، حَتَّىٰ إِنَّ الْقُمَّةَ لَتَصِيرُ مِثْلَ أَحَدٍ - (۳)

(۱) طبرانی، المعجم الكبير، ۱۱: ۳۲۱، رقم: ۱۲۱۵۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الوصایا، باب من تصدق إلى وکیلہ ثم

ردالوکیل إلیہ، ۳: ۱۰۱۶، رقم: ۲۶۰۷

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة، ۲:

۶۹۳، رقم: ۹۹۷

(۳) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۷۱، رقم: ۱۰۰۹۰

”اللہ تعالیٰ صدقہ قبول کرتا ہے، اسے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے۔ اللہ اسے اس طرح بڑھاتا ہے جس طرح تم گائے یا اونٹنی کے بچے کو پالتے ہو۔ ایک آدمی ایک لقمہ صدقہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ یا ہتھیلی میں بڑھتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ لہذا تم صدقہ کیا کرو۔“

۶۔ صدقہ و خیرات تزکیہ نفس کا باعث ہے

تزکیہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ تزکیہ مال اور تزکیہ نفس۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ تزکیہ کی دونوں صورتیں ”انفاق“ پر منحصر ہیں اور دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ (۱)

”آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بیشک آپ کی دعا ان کے لئے (باعث) تسکین ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ۝ کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ ہی تو اپنے بندوں سے (ان کی) توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات اپنے دست قدرت سے) وصول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے ۝“

(۱) التوبہ، ۹: ۱۰۳-۱۰۴

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ نے اس امر کی وضاحت کر دی کہ راہِ خدا میں صدقہ کے بغیر طہارت و تزکیہ ناممکن ہے۔

۷۔ صدقہ و خیراتِ اجابتِ دعا کا باعث ہے

سورۃ التوبۃ کی اسی آیتِ متذکرہ میں ترتیبِ الفاظ پر دوبارہ غور فرمائیے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔

”آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے۔“

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔

”کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور

انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں۔“

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط إِنَّ صَلَوَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط وَ اللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (۱)

”اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بیشک آپ کی دعا ان کے لئے (باعثِ)

تسکین ہے اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ۝“

اس آیتِ کریمہ میں سب سے پہلے صدقہ و انفاق کا عمل جاری کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس ”انفاق“ کے ذریعے تمہاری ظاہری و باطنی میل کچیل دُور ہو جائے گی۔ تمہارا قلب و باطن اور نفس، رُوحانی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو جائے گا۔ تزکیہ و تصفیہ کا یہ عمل جو محض ”انفاق فی المال“ کا نتیجہ و ثمرہ ہے انسان کو ظلماتِ نفسانی سے نجات دلا دے گا۔ گویا خلقِ خدا کی منفعت اور فیضِ رسانی کو اپنا شعار بنا کر جب تم اپنے لئے بارگاہِ ایزدی کی طرف متوجہ ہو گے تو تمہاری دُعاؤں قبولیت سے نوازی جائیں گی اور یہ قبولیتِ دعا کا احساس تمہیں قلبی سکون عطا کرے گا۔ بیشک اللہ تمہاری ان دعاؤں کو بھی

(۱) التوبہ، ۹: ۱۰۳

سنتا ہے جو اپنی منفعت کے لئے دُعا مانگتے ہو اور تمہارے اس عمل کو بھی جانتا ہے جو تم دوسروں کی منفعت کی خاطر کرتے ہو (یا نہیں کرتے) گویا خلقِ خدا کے حق میں صدقہ و انفاق جتنا کثیر ہوگا اسی قدر اجابتِ دُعا نصیب ہوگی اور اگر انسان دوسروں کی منفعت سے صرف نظر کرتے اور دوسروں کے حقوق پامال کرتے ہوئے دوسروں کے حق میں نفع بخشی، فیض رسانی اور دردمندی کا عمل نظر انداز کر لے اور خود کو اپنے ذاتی مفادات اور حقوق و منافع کے تنگ حصار میں محصور کر لے تو دُعائیں شانِ اجابت سے بہرہ ور نہیں ہوا کرتیں۔

قرآن حکیم آیت مذکورہ بالا سے متصل آیت میں اس شرط کو زور دار انداز سے دوبارہ بیان کر رہا ہے:

الْمَ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَالَّذِي
اللَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ (۱)

”کیا وہ نہیں جانتے کہ بیشک اللہ ہی تو اپنے بندوں سے (ان کی) توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات اپنے دستِ قدرت سے) وصول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے“

اس آیت کریمہ کا مدعا یہ ہے کہ اے خدا کے بندو! بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری دُعائیں سنتا اور توبہ قبول فرماتا ہے۔ لیکن تمہاری دعاؤں کی قبولیت و اجابت کے لئے ایک شرط مقرر کر دی گئی ہے۔ وہ یہ کہ ہم نے تمہیں جس مال و دولت سے نوازا ہے وہ ہماری امانت ہے۔ تمہارے ہی معاشرے اور گرد و پیش میں ہمارے کتنے بندے ایسے ہوں گے جو معاشرتی نا انصافیوں کا شکار ہو کر معاشی تعطل کی نذر ہو گئے ہیں۔ تم اگر ان کی پریشانیوں کی پروا نہ کرو، ان کے معاشی تعطل کو رفع کرنا اپنا فرض نہ سمجھو، انہیں ضروریاتِ زندگی بہم پہنچا کر ان کی تخلیقی جدوجہد بحال کرنے کی سعی نہ کرو، اور ان سے دل سوزی و دردمندی کا

عملی مظاہرہ نہ کرو، تو ہم سے کیسے توقع رکھتے ہو کہ ہم تم سے راضی ہو جائیں گے کیونکہ ان پریشان حال لوگوں کا ہماری ذات سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ جو کچھ بھی صدقہ و خیرات تم انہیں دینا چاہو وہ ہم براہِ راست اپنے دستِ قدرت سے وصول کرتے ہیں اور اپنی طرف سے انہیں عطا کرتے ہیں تاکہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہونے پائے۔

لہذا اجابت و قبولیتِ دعا کی متعدد صورتوں میں سے سب سے نمایاں صورت یہی ہے کہ انسان خلقِ خدا کے حق میں سراپاِ رحم و کرم بن جائے تاکہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے رحم و کرم کے دروازے کھول دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔^(۱)

”جو لوگوں پر رحم نہ کرے اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔“

۸۔ صدقہ و خیرات مہلک بیماریوں کا شافی علاج ہے

انسان کی روحانی و نفسیاتی بیماریوں میں سب سے بڑی بیماری بخل کو قرار دیا گیا ہے کیونکہ باقی ساری بیماریاں اسی حبِ مال سے جنم لیتی ہیں۔ اس مہلک روحانی بیماری کا شافی علاج صدقہ و خیرات سے ممکن ہے۔ صدقہ و خیرات میں جب انسان مال کو لوگوں میں تقسیم کرتا ہے تو حبِ مال پر ایک ضربِ کاری لگتی ہے جس سے اس کے دل و دماغ میں اس مال کی وقعت کم ہوتی ہے۔ جب اس مال سے انسان کونفرت ہونے لگے تو اس کے دل پر زنگ جو حبِ مال کی وجہ سے چڑھا ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ صدقہ و خیرات سے اترنا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبيله و

معاقته، ۵: ۲۲۳۵، رقم: ۵۶۵۱

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفضائل، باب رحمة صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان

والعیال، ۴: ۱۸۰۷، رقم: ۲۳۱۸

شروع ہو جاتا ہے۔ اور اسی سے اس کا روحانی علاج ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَدَاوُؤًا أَمْرَاضَكُمْ بِالصَّدَقَةِ۔^(۱)

”اور اپنی بیماریوں کا علاج صدقہ کے ذریعے کرو۔“

۹۔ صدقہ و خیرات ذلت آمیز موت سے بچنے کا ذریعہ ہے

۱۔ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بری موت کو روکتا ہے۔“^(۲)

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”صدقہ کرنے میں جلدی کرو، مصیبت صدقے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔“^(۳)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتَطْفِي غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ۔^(۴)

”بے شک! صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا اور بری موت کو دور کرتا ہے۔“

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۲۸، رقم: ۱۰۱۹۶

(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۲۲، رقم: ۳۱

(۳) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۸۴، رقم: ۶۶۲

(۴) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الزکاة، باب ماجاء فی فضل

الصَّدَقَةِ، ۲: ۴۴، رقم: ۶۶۴

۱۰۔ صدقہ و خیرات جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کیا میں تمہیں نیکی کے دروازے نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔“ (۱)

۲۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

”آگ سے بچ جاؤ اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے پچنا پڑے۔ یہ گرتے کا سہارا ہے، بری موت کا دفاع ہے، بھوکے کے لئے اسی طرح کام آتی ہے جیسی شکم سیر کے لئے۔“ (۲)

۱۱۔ صدقہ و خیرات دائمی نیکی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ
جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔ (۳)

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب العیدین، باب ما ذکر فی فصل

الصلاة، ۱: ۶۰۱، رقم: ۶۱۴

(۲) أبو یعلیٰ، المعجم، ۱: ۴۲۶، رقم: ۹

(۳) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من

الثواب، ۳: ۱۲۵۵، رقم: ۱۶۳۱

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، باب ۳۶، ۳: ۶۶۰، رقم: ۱۳۷۶

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے۔ صدقہ جاریہ یا علم نافع یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔“

۱۲۔ روزِ قیامت مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا

۱۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُورِ وَإِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ۔^(۱)

”صدقہ اہل قبور سے گرمی کو ختم کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے تلے ہوگا۔“

۲۔ یزید بن ابی حبیب علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ مرثد بن عبداللہ مزنئی علیہم الرحمہ اہل مصر میں سے مسجد میں جانے والے پہلے شخص ہیں۔ جب بھی میں انہیں مسجد کی طرف جاتے دیکھتا ان کی آستین میں کسی نہ کسی شکل میں صدقہ ضرور ہوتا۔ روپیہ پیسہ یا روٹی یا گندم ہوتی بلکہ میں نے انہیں پیاز لے جاتے بھی دیکھا۔ میں ان سے کہتا: اے ابو الخیر! یہ تمہارے کپڑوں کو بدبودار کر دے گا۔ وہ مجھے کہتے: اے ابن ابی حبیب! مجھے گھر میں صدقے کے لئے اس کے علاوہ کوئی چیز مل نہیں سکی۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔^(۲)

(۱) طبرانی، المعجم الكبير، ۱۷: ۲۸۶، رقم: ۷۸۸

(۲) ابن خزيمة، الصحيح، ۴: ۹۵، رقم: ۲۴۳۲

طبقہ نسواں کو صدقہ و خیرات کی تلقین

۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو، خواہ زیورات سے کیا کرو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ تم خالی ہاتھ اور مفلس ہو اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے۔ تم جا کر حضور نبی اکرم ﷺ سے معلوم کرو اگر (تمہیں دینا) ادائیگی صدقہ سے کافی ہو تو فہما ورنہ میں تمہارے سوا کسی اور کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: تم خود جاؤ! حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت حضور نبی اکرم ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا اور ہم پر حضور نبی اکرم ﷺ کا بہت رعب و دبدبہ تھا، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے کہا آپ جا کر حضور نبی اکرم ﷺ سے کہیں کہ دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کے لیے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور جو ان کی گود میں یتیم بچے ہیں ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا! اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے یہ مسئلہ معلوم کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا ایک انصار کی عورت ہے دوسری زینب رضی اللہ عنہا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کون سی زینب؟ انہوں نے کہا عبداللہ بن مسعود کی بیوی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا انہیں دو اجر ملیں گے ایک اجر قرابت کا اور دوسرا اجر صدقہ کا۔“^(۱)

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة، ۲:

۲۔ حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہما، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مثل سابق روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی، مجھے دیکھ کر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ۔^(۱)

”صدقہ کیا کرو خواہ زیورات ہوں۔“

صدقات و خیرات کے حق دار

صدقات و خیرات کے اصل حقدار وہ افراد ہیں جو معاشی ابتلاء کا شکار ہوں، ضروریات زندگی سے محروم ہوں یا ان کی زندگی ایسے تعطل کی نذر ہوگئی ہو جو ان کی تخلیقی جدوجہد پر اثر انداز ہو رہی ہو، ایسے ضرورت مند افراد کی مالی اعانت اس انداز سے کی جائے کہ ان کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو، ان کی ضروریات بھی پوری ہوں اور وہ ہر وقت دوسروں کی اعانت کے محتاج نہ رہیں بلکہ ان کی زندگی سے معاشی تعطل ختم ہو اور ان کا اپنا تخلیقی عمل بحال کر دیا جائے تاکہ وہ معاشرے میں صحیح مقام اور مطلوبہ کردار سرانجام دینے کے قابل ہو سکیں۔ اس سلسلے میں اپنے اعزہ و اقارب اور پڑوسیوں کے علاوہ سب سے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود کو خدمتِ اسلام میں اس طرح وقف کر دیا ہو کہ ان میں روزگارِ حیات کی سکت ہی باقی نہ رہی ہو۔ ان سے مراد وہ مجاہدینِ اسلام ہیں جن کی زندگیاں اسلام کی عملی و فکری اور عملی و انقلابی جدوجہد میں بسر ہو رہی ہیں۔ یہی لوگ راہِ حق کے راہرو ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة، ۲:

۹۲۶، رقم: ۱۰۰۰

لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِحْفَاطَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝
الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (۱)

” (خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (کسبِ معاش سے) روک دیئے گئے ہیں وہ (امورِ دین میں ہمہ وقت مشغول رہنے کے باعث) زمین میں چل پھر بھی نہیں سکتے ان کے (زُهداً) طمع سے باز رہنے کے باعث نادان (جو ان کے حال سے بے خبر ہے) انہیں مالدار سمجھے ہوئے ہے، تم انہیں ان کی صورت سے پہچان لو گے، وہ لوگوں سے بالکل سوال ہی نہیں کرتے کہ کہیں (مخلوق کے سامنے) گڑگڑانا نہ پڑے، اور تم جو مال بھی خرچ کرو تو بیشک اللہ اسے خوب جانتا ہے ۝ جو لوگ (اللہ کی راہ میں) شب و روز اپنے مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور (روزِ قیامت) ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے ۝“

۲۔ اسی سورت میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۗ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الدِّينُ
وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ
فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ (۲)

”آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، فرمادیں جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے)، مگر اس کے حقدار تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور محتاج ہیں اور مسافر ہیں، اور جو نیکی بھی تم

(۱) البقرہ، ۲: ۲۷۲-۲۷۴

(۲) البقرہ، ۲: ۲۱۵

کرتے ہو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے ۵

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ انفاقِ مال کے سب سے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جو دینِ حق کی راہ میں خود کو وقف کر چکے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمُسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (۱)
 ”بیوہ اور مسکین کے لیے امدادی کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔“

بخل کی مذمت

بخیل وہ ہیں جو مال کو جان سے بھی عزیز سمجھتے ہیں، اس کو سمیٹتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے کہا گیا ہے کہ نہ ان کا دین ہے نہ ان کی دنیا۔ انہوں نے اپنے بخل کے سبب اللہ کے دین کو جھٹلایا۔ قرآن حکیم اس پر شاہد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۖ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۖ (۲)

”اور جس نے بخل کیا اور (راہِ حق میں مال خرچ کرنے سے) بے پروا رہا ۵ اور اس نے (پول) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کو جھٹلایا“

اگر انسان کنجوسی کرے گا تو دین کو جھٹلائے گا اور اگر دنیاوی جاہِ حشمت، مال و دین سے مستغنی ہو جائے تو اس سے نہ صرف دین کی تصدیق ہوگی بلکہ اس پر اللہ رب العزت اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔ جبکہ بخیل شخص اپنی بخیلی کے سبب مال و

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب السَّاعِي عَلَى الْمُسْكِينِ، ۵:

۵۶۶۱، رقم: ۲۲۳۷

(۲) اللیل، ۹۲: ۸-۹

دولت کی محبت کے سبب سے جہنم تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی مال اس کے لئے آخرت میں طوق بن کر اس کے گلے میں لٹکے گا اور کہے گا کہ میں وہ ہی مال ہوں جس کو تو سمیٹ سمیٹ کر رکھتا تھا جس کے ساتھ تجھے محبت تھی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ! أَعْطِ مَنْفِقًا خَلْفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ! أَعْطِ مُمْسِكًا تَلْفًا. (۱)

”ہر روز صبح کو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور مال عطا کر اور دوسرا کہتا ہے الہی بخیل کا مال تباہ کر دے۔“

۲۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

تَصَدَّقُوا فَيُوشِكُ الرَّجُلُ يَمْشِي بِصَدَقَتِهِ، فَيَقُولُ الَّذِي أُعْطِيَهَا لَوْ جِئْتَنَابَهَا بِالْأَمْسِ قَبَلْتُهَا فَأَمَّا الْآنَ فَلَا حَاجَةَ لِي بِهَا. فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا. (۲)

”صدقہ کیا کرو کیونکہ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے جب آدمی اپنے صدقہ کا مال لیے لیے پھرے گا اور جس کو دے گا وہ کہے گا کل لے آتے تو میں لے لیتا آج مجھے ضرورت نہیں، غرضیکہ کوئی صدقہ لینے والا نہیں ملے گا۔“

۳۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب في المتفق والمسك، ۲: ۷۰۰، رقم: ۱۰۱۰

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب الترغيب في الصدقة، ۲: ۷۰۰، رقم: ۱۰۱۱

فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ حَبٌّ وَلَا مَنَّاؤٌ وَلَا بَخِيلٌ - (۱)

”بخیل، احسان جتانے والا اور مکار جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

۴۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”رب کعبہ کی قسم وہ لوگ خسارے والے ہیں۔ میں آ کر بیٹھ گیا، پھر بے چینی سے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ جو بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں ماسوا ان کے جو ادھر ادھر آگے پیچھے دائیں بائیں خرچ کرتے ہیں۔“ (۲)۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِّنَ اللَّهِ بَعِيدٌ مِّنَ الْمَحَنَةِ بَعِيدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ - (۳)

”بخیل آدمی اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور لوگوں سے دور اور جہنم سے قریب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی، بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔“

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

السَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ فَمَنْ كَانَ سَخِيًّا أَخَذَ بِغَضَنِ مِثْنَهَا فَلَمْ

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في

البيخيل، ۴: ۳۴۳، رقم: ۱۹۶۳

(۲) مسلم، الصحیح، كتاب الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدى

الزكاة، ۲: ۶۸۶، رقم: ۹۹۰

(۳) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في

السخاء، ۳: ۵۱۰، رقم: ۱۹۶۱

يُتْرَكُهُ الْغُصْنُ حَتَّىٰ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِي النَّارِ فَمَنْ كَانَ شَحِيحًا أَخَذَ بَغْضَنِ مِنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتَّىٰ يُدْخِلَهُ النَّارَ۔^(۱)

”سختاوت جنت میں ایک درخت ہے پس جو شخص سخی ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا، جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور بخل جہنم کا ایک درخت ہے جو شخص بخیل ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا، یہاں تک کہ وہ ٹہنی اس کو جہنم میں داخل کر کے رہے گی۔“

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَ جُبْنٌ خَالِعٌ۔^(۲)

”بدترین عادتیں جو آدمی میں پائی جائیں (۱) وہ بخل ہے جو بے صبر کر دینے والا ہو۔ (۲) وہ نامردی اور خوف، جو جان نکال دینے والا ہو۔“

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ بَدَجٌ فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ، فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ: أَعْطَيْتِكَ وَخَوَّلْتِكَ وَأَنْعَمْتُ عَلَيْكَ، فَمَاذَا صَنَعْتَ؟ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ جَمَعْتُهُ ثَمَرْتَهُ فترَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجَعْنِي إِلَيْكَ بِهِ كَلَّةً، فَإِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا، فَيُْمَضَىٰ بِهِ إِلَى النَّارِ۔^(۳)

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۷: ۴۳۵، رقم: ۱۰۸۷۷

(۲) أبو داؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب فی الجرأة والجبن، ۳: ۳۴۹،

رقم: ۲۵۱۱

(۳) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب فی القيامة، ۴: ۲۲۳، رقم: ۲۴۲۷

”قیامت کے دن انسان کو اس طرح لایا جائے گا گویا کہ وہ بھیڑ کا بچہ ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے اسے کھڑا کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے (سب کچھ) دیا اور طرح طرح کے انعام کئے، تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے اسے جمع کیا اور اتنا بڑھایا کہ پہلے سے زیادہ کر کے چھوڑا، پس تو واپس کر تاکہ میں وہ سب کچھ لے آؤں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے یہ بتا کہ تو نے آگے کیا (عمل) بھیجا، وہ پھر کہے گا میں نے جمع کیا اور اتنا بڑھایا کہ پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ پھر وہ کہے گا: اے اللہ! تو مجھے واپس بھیج تاکہ میں وہ سب کچھ لے آؤں، پس اگر اس بندے نے نیکی آگے نہ بھیجی ہوگی تو اسے دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔“

۹۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أول صلاح هذه الأمة باليقين والزهد وأول فسادها بالبنخل والأمل۔^(۱)

”اس امت کی صلاح کی ابتدا (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) یقین اور دنیا سے بے رغبتی سے ہوئی اور اس کے فساد کی ابتدا بخل اور لمبی لمبی امیدوں سے ہوئی۔“

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى بَلَالٍ وَعِنْدَهُ صِرَةٌ مِنْ تَمْرٍ فَقَالَ مَا هَذَا يَا بَلَالُ قَالَ: شَيْءٌ إِدْخَرْتُهُ لِعَدِيٍّ فَقَالَ: أَمَا تَخْشَى أَنْ تَرَى لَهُ غَدًا بُحَارًا فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْفِقَ بَلَالٌ وَلَا تَخْشَى مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالَ۔^(۲)

(۱) بیہقی، شعب الإيمان، ۷: ۴۲۷، رقم: ۱۰۸۴۴

(۲) بیہقی، شعب الإيمان، ۳: ۲۰۹، رقم: ۳۳۳۸

”حضور نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے تو ان کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: بلال یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضور ﷺ آئندہ کی ضروریات کے لئے ذخیرہ کے طور پر رکھ لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بلال تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اس کی وجہ سے کل قیامت کے دن جہنم کی آگ کا دھواں تم دیکھو۔ بلال اسے خرچ کر ڈالو اور عرش والے (جل جلالہ) سے کمی کا خوف نہ کرو۔“

بحث کا ماحصل

اوپر کی گئی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ فریضہ زکوٰۃ کی بجا آوری کے بعد صدقات و خیرات انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان کی ادائیگی قرآن و سنت کے احکام کی رو سے ہر مسلمان پر واجب ہے اسلامی نظام معیشت میں زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کے نظام کا اجراء ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر معاشرت سے معاشی تعطل کو دور نہیں کیا جاسکتا اور اسلامی مملکت کا قیام ٹھوس، دیر پا بنیادوں پر عمل میں نہیں لایا جاسکتا۔ صدقہ و خیرات کی روح قرآنی ارشاد قل العفو میں مضمون ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر حالات ناگزیر ہو جائیں تو لازم ہو جاتا ہے کہ ضرورت سے زائد ہر چیز کو اللہ کی راہ میں معاشرے کے حاجت مند افراد میں تقسیم کر دیا جائے۔

www.MinhajBooks.com

باب نہم



www.MinhajBooks.com



www.MinhajBooks.com

کم خوری اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنا سرورِ دو جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا زندگی بھر معمول رہا اور جملہ اولیاء و صوفیائے کرام آپ ﷺ کی سنتِ مبارکہ کی اتباع میں اسی روش پر گامزن رہے۔

کھانے کا مقصد زندگی کی بقاء، عبادتِ الہی میں تسلسل اور غور و فکر کے لئے قوت حاصل کرنا ہے لہذا ضروری ہے کہ کھانا نہ تو اتنا زیادہ کھایا جائے کہ معدہ بوجھل ہو جائے اور نہ اتنا کم کہ بھوک کی تکلیف کا احساس باعث آزار ٹھہرے، اس لئے کھانے پینے میں میانہ روی اور اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔ اسلام نے جہاں دیگر امور حیات میں اسراف سے منع کیا ہے وہاں کھانے پینے میں بھی حد اسراف تک پہنچنے سے روکا ہے۔

فاقہ اور کم خوری کی اہمیت و ضرورت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ وَا زَيْنَتُكَمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْاۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (۱)

”اے اولادِ آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنا لباس زینت (پہن) لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ بیشک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا“

بھرا ہوا پیٹ طرح طرح کی نفسانی خواہشات اور اخلاقی برائیوں کی آماجگاہ

(۱) الأعراف، ۷: ۳۱

ہے۔ جاہ و مال اور مرتبہ کی محبت، ریاکاری، باہمی فخر و غرور، حسد، عداوت، بغض اور سرکشی وغیرہ یہ تمام خرابیاں ضرورت سے زیادہ کھانے اور خوب پیٹ بھرنے کا نتیجہ ہیں۔ جو شخص ان باطنی و روحانی عوارض سے نجات، تزکیہ نفس کی دولت اور معرفتِ الہی کی منزل تک رسائی حاصل کرنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو کم خوری اور فاقہ کا عادی بنائے۔ فاقہ کی بہترین صورت روزہ ہے۔ مسلمانوں پر سال میں ایک ماہ یعنی رمضان المبارک کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (۱)

”اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔“

اسی طرح نفلی روزے رکھنا بھی مسنون عمل ہے۔ روزہ انسان کے جسم کو تمام آلائشوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ۔ (۲)

”ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔“

اگر انسان اپنے نفس پر بھوک کے ذریعے قابو پالے اور شیطان کے حملوں کے تدارک میں کامیاب ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف راغب ہو جاتا ہے، پھر وہ سرکشی اور تکبر کے راستوں پر چلنے کی بجائے آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) البقرہ، ۲: ۱۸۳

(۲) ابن ماجہ، السنن، کتاب الصیام، باب فی الصَّوْمِ زَكَاةُ الْجَسَدِ،

۳۶۱: ۲، رقم: ۱۷۴۵

الْبُسُؤُا الصُّوْفُ وَكُلُّوْا فِيْ اَنْصَافِ الْبُطُوْنِ فَاِنَّهُ جُزْءٌ مِّنَ النَّبُوَّةِ - (۱)

”اونی لباس پہنو اور آدھا پیٹ کھاؤ، یہ نبوت کا ایک حصہ ہے۔“

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شیطان سے چھٹکارا پانا اور خواہشاتِ نفسانی پر قابو پانا بھوک کی اذیت سہنے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

الْجُوعُ طَعَامُ الصَّادِقِيْنَ وَمَسْلِكُ الْمُرِيْدِيْنَ وَقَيْدُ الشَّيْطَانِ - (۲)

”بھوک صدیقین کا طعام، مریدین کا راستہ اور شیاطین کو قید کرنے کا ذریعہ ہے۔“

شیطان کس طرح انسان کو اس کی خواہشات کے جال میں پھنساتا ہے؟ اس حوالے سے شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ ایک روایت نقل کرتے ہیں:

”ایک بار ابلیس لعین حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سامنے آیا۔ اس کے پاس بہت سے پھندے اور کانٹے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا یہ خواہشات دنیا ہیں جن کے ذریعے میں ابن آدم کو پھنساتا ہوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: کیا تو نے مجھے بھی کبھی کسی خواہش میں مبتلا پایا؟ اس نے کہا: بس ایک رات جب آپ نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا تھا تو میں نے آپ کو نماز اور ذکر سے غافل کر دیا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: اب میں کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھاؤں گا۔ یہ سن کر ابلیس نے جواب دیا کہ آئندہ میں بھی کسی سے خیر خواہانہ بات نہیں کروں گا اور نہ کسی کو نصیحت کروں گا۔“ (۳)

www.MinhajBooks.com

(۱) دیلمی، الفردوس بما ثور الخطاب، ۱: ۱۰۳، رقم: ۳۴۰

(۲) علی ہجویری، کشف المحجوب: ۴۷۰

(۳) شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف: ۲۸۱

حضرت کنانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”مرید کے لئے تین حکم ماننے ضروری ہیں۔ وہ نیند کے غلبہ کے وقت سوئے، ضرورت سے زیادہ کلام نہ کرے اور کھانا فاقہ کے بغیر نہ کھائے۔“ (۱)

طبی حوالے سے بھی کم خوری انسان کی صحت و تندرستی کے لئے ضروری ہے۔ بسیار خوری جہاں روحانی بیماریوں کا باعث ہے وہاں بے شمار جسمانی بیماریوں کو بھی جنم دیتی ہے۔ تمام اطباء و حکماء بیماری سے بچنے کے لئے کم خوری کی تلقین کرتے ہیں۔

کم خوری کی فضیلت

کم خوری یعنی فاقہ سے رہنے کا مقام بہت بلند ہے۔ یہ عمل تمام انبیاء و کرام علیہم السلام کی امتوں میں پسندیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ انعامات الہیہ کا ذریعہ اور مجاہدہ کے ارکان میں سے ایک رکن بھی ہے۔ بعض صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بھوک زہد کی کنجی، آخرت کا دروازہ اور نفسانی خواہشات کو کمزور کرنے والی ہے۔ قرآن حکیم میں بھوک برداشت کرنے اور آزمائش میں ثابت قدم رہنے والوں کو یہ خوشخبری سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَيَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ
وَالْأَنْفُسِ وَالْثَّمَرَاتِ ۗ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ (۲)

”اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنادیں“

(۱) علی ہجویری، کشف المحجوب: ۴۷۰

(۲) البقرہ، ۲: ۱۵۵

حضور نبی اکرم ﷺ نے کم خوری کو پسند فرمایا اور اسے مومن کی نشانی قرار دیا جبکہ بسیار خوری کو ناپسند جانا اور اسے کفار کی عادت قرار دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”ایک شخص بہت زیادہ کھانا کھایا کرتا تھا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو کم کھانے لگا۔ اس بات کا تذکرہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مَعَىٰ وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ۔ (۱)

”بیشک مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کافر مومن سے سات گنا زیادہ کھاتا ہے گویا اس کی نفسانیت مومن کی خواہش سے سات گنا زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ جس دل میں ایمان کی دولت ہوگی وہ پیٹ کی خواہشات پر قابو پالے گا۔ یہی وجہ ہے کہ کم کھانے والے آخرت میں کھانے پینے کی بے شمار نعمتوں سے نوازے جائیں گے اور زیادہ کھانے والے ان سے محروم کئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَهْلَ الشَّيْبَعِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْجُوعِ فِي الْآخِرَةِ عَذَابًا۔ (۲)

”جو لوگ دنیا میں سیر ہو کر کھانے والے ہیں وہ آخرت میں بھوکے ہوں گے۔“

اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں بھوک پیاس برداشت

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأطعمة، باب الْمُؤْمِنِ يَأْكُلُ فِي مَعَىٰ وَاحِدٍ، ۵: ۲۰۶۲، رقم: ۵۰۸۲

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الأشربة، باب الْمُؤْمِنِ يَأْكُلُ فِي مَعَىٰ وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ، ۳: ۱۶۳۲، رقم: ۲۰۶۲

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۱: ۲۱۳، رقم: ۱۱۶۹۳

کریں گے ان کے لئے آخرت میں طرح طرح کی نعمتیں اور ربّ رحیم کی طرف سے دعوتیں ہوں گی۔ فاقہ کش کا دل و دماغ روشن اور طبیعت صحت مند رہتی ہے۔ بھوک نفس کو انکساری اور عجز سکھاتی اور نفس کی اشتہا کو ختم کرتی ہے جس سے بھوک آدمی کے جسم میں منکسر مزاجی اور دل میں عاجزی پیدا ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ صلحائے امت نے ہر دور میں کم خوری اور فاقہ کشی کو بطور عادت اپنائے رکھا اور نفلی روزوں کا اہتمام کر کے فاقہ اور کم خوری میں زندگی بسر کی۔

نفلی روزوں کی فضیلت

حضور نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ متعدد احادیث مبارکہ میں نفلی روزوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ذیل میں چند مخصوص ایام میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔

۱۔ ایام بیض کے روزے

بہت سے مشائخ عظام ہر قمری مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزے رکھنا پسند فرماتے تھے۔ عرف عام میں ان روزوں کو ایام بیض کے روزے کہا جاتا ہے۔ مختلف روایات میں آیا ہے کہ جب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے بھول ہو گئی اور انہوں نے شیطان کے وسوسے کے تحت قرب الہی کے حصول اور ہمیشہ رہنے کے ارادے سے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا تو انہیں زمین پر اتارا گیا۔ اس بھول کی وجہ سے ان کا تمام جسم سیاہ ہو گیا تھا پھر انہوں نے بارگاہ الہی میں توبہ کی تو اللہ رب العزت نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہر روز روزے کی برکت سے ان کے سیاہ جسم کا ایک تہائی حصہ سفید ہو جاتا تھا۔ اس طرح ایام بیض کے تین روزوں کی تکمیل پر تمام جسم سفید ہو گیا۔

باقاعدگی سے ہر اسلامی مہینے کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھنے سے عمر بھر

کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

صَوْمُ ثَلَاثَةِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَمَضَانَ إِلَى رَمَضَانَ صَوْمُ الدَّهْرِ - (۱)

”ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا یہ تمام عمر کے روزوں کے مترادف ہیں۔“

۲۔ پیر اور جمعرات کا روزہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن باقاعدگی سے روزہ رکھتے تھے۔ حدیث مبارکہ میں ان دنوں کی خاص فضیلت بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَحُبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ - (۲)

”سو موار اور جمعرات کو اعمال (بارگاہ الہی میں) پیش کئے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔“

۳۔ یوم عاشورہ کا روزہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے یوم عاشورہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أيام من

کل شهر، ۲: ۸۱۹، رقم: ۱۱۶۲

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب: الصوم عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، باب:

ما جاء في صوم يوم الاثنين والخميس، ۲: ۱۱۴، رقم: ۷۴۷

يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ۔^(۱)

”یہ گزشتہ سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“

۴۔ یوم عرفہ (نوزوالحجہ) کا روزہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے یوم عرفہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ۔^(۲)

”(یوم عرفہ کا روزہ) گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔“

جامع ترمذی کے الفاظ یہ ہیں

صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ
وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ۔^(۳)

”یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اسے گزشتہ اور آئندہ سال کا کفارہ بنا دیتا ہے۔“

۵۔ ماہ شوال کے چھ روزے

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب: الصَّيَام، باب: استحباب صيام ثلاثة أيام من

كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء، ۲: ۸۱۹، رقم: ۱۱۶۲

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب: الصَّيَام، باب: استحباب صيام ثلاثة أيام من

كل شهر وصوم يوم عرفة، ۲: ۸۱۹، رقم: ۱۱۶۲

(۳) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصوم، باب ماجاء في فضلِ صَوْمِ

عُرْفَةَ، ۲: ۱۱۵، رقم: ۷۴۹

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اتَّبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔^(۱)

”جو شخص رمضان المبارک کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے گویا اس نے عمر بھر کے روزے رکھے۔“

۶۔ پندرہ شعبان کا روزہ

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روزوں کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تھے تو ہم کہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے ہی رکھیں گے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کرتے تو ہم کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار ہی کریں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے علاوہ کسی اور ماہ میں (اتنی کثرت سے) روزے رکھے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند روزوں کے سوا شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے۔“^(۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس قدر آپ شعبان میں روزے رکھتے ہیں اس قدر میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذَٰكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ۔^(۳)

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب: الصَّيَام، باب استحباب صوم ستة أيام من

شوال إتباع الرَّمَضَانَ، ۲: ۸۲۲، رقم: ۱۱۶۴

(۲) مسلم، الصحيح، کتاب: الصَّيَام، باب: صِيَامِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي غَيْرِ

رَمَضَانَ، ۲: ۸۱۰، رقم: ۱۱۵۶

(۳) نسائی، السنن، کتاب: الصَّيَام، باب: صَوْمِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أُمِّي هُوَ وَأُمِّي

وَذَكَرَ اخْتِلَافَ النَّاقِلِينَ لِلْخَبَرِ فِي ذَلِكَ، ۴: ۲۰۱، رقم: ۲۳۵۷

”یہ ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان میں (آتا) ہے اور لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں حالانکہ اس مہینے میں (پورے سال کے) عمل اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزہ دار ہونے کی حالت میں اٹھائے جائیں۔“

حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پاک کی کم خوری و فاقہ کشی

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ امت کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو جس بات کی تعلیم دی پہلے خود اس پر عمل کیا۔ اگر امت کو فقر و فاقہ اور سادگی کی تلقین کی تو سب سے پہلے اس کی مثال خود قائم کی۔ کم خوری میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ آپ ﷺ بے تحاشا بھوک برداشت کرتے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار اور ازواج مطہرات نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔ وہ بلند پایہ مقدس ہستیاں صبر و رضا کی پیکر تھیں۔ فاقہ و کم خوری ان کا معمول تھا، کئی کئی دن گھر میں چولہا نہ جلتا، اس کے باوجود ان کی زبان پر کبھی حرف شکوہ نہ آیا، ہمیشہ شکر کے کلمات رہتے۔

درج ذیل احادیث مبارکہ سے تاجدار کائنات ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار کی کم خوری کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاعًا مِنْ خُبْزٍ بُرِّ حَتَّى تَوْفَى ﷺ - (۱)

”آل محمد ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد سے حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال تک متواتر تین رات کبھی گیہوں کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی۔“

(۱) ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمه، باب خُبْزِ الْمَدِينَةِ، ۴: ۵۱، رقم: ۳۳۴۴

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میں فاقہ سے ہوں، آپ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا، انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا، انہوں نے بھی اسی طرح کہا، حتیٰ کہ سب نے یہی کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں، بالآخر آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس کو آج رات مہمان بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا، انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کو میں مہمان بناؤں گا، وہ شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا، اور بیوی سے پوچھا: تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے۔ اس نے کہا، بچوں کو کسی چیز سے بہلا کر سلا دو، جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا، اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں، جب وہ کھانا کھانے لگے تو اس نے پاس جا کر چراغ بجھا دیا، پھر وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا، جب صبح کو وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے مہمان کے ساتھ جو (حسن) سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر بہت خوش ہوا۔“ (۱)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور اہل بیت زہد اور فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے تھے وہ بھوک پر صبر کئے رہتے تھے جیسا کہ حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ آپ ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الأشربة، باب إكرام الضيف و فضل إيشاره،

حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی مہمان نوازی کے لئے قوم کے رئیس کو پہل کرنا چاہئے اور مہمان کی تعظیم و توقیر اور اس کے لئے ایثار سے کام لینا چاہئے۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ ٹکڑا کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کی میں نے ایک روٹی پکائی تھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھانا پسند نہ کیا۔ اس لئے یہ ٹکڑا آپ کے پاس لے آئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا ہے جو تمہارے والد کے دہن مبارک میں داخل ہوا ہے۔“ (۱)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقرِ اختیاری تھا

یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری تھا اضطراری نہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ الْفَقْرُ فَخْرِي (فقر میرا فخر ہے) کے عین مطابق تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فقرِ اختیاری سے بھوک برداشت فرماتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَوْ شِئْنَا أَنْ نَشْبَعَ شَبْعَنَا وَلَكِنْ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُؤَثِّرُ عَلَيَّ نَفْسِي۔ (۲)

”اگر ہم سیر ہو کر کھانا چاہتے تو کھا لیتے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات پر (دوسروں کو) ترجیح دیتے تھے۔“

(۱) طبرانی، المعجم الكبير، ۱: ۲۵۸-۲۵۹، رقم: ۴۵۰

(۲) بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۷۳، رقم: ۱۲۶۹

اس حدیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا کیونکہ آپ ﷺ کے اہل خانہ میں سے اگر کوئی پیٹ بھر کر کھانا چاہتا تو وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتا تھا، اسے کسی قسم کی کوئی بندش نہ تھی، مگر حضور نبی اکرم ﷺ اپنے اسوۂ مبارکہ سے ہمیشہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے اور اپنا کھانا غریبوں اور حاجت مندوں کو عنایت فرما دیتے تھے۔

کم خور بندوں پر اللہ تعالیٰ کا اظہارِ فخر

کم خوری اتنا محبوب عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کم خوروں پر اظہارِ فخر فرماتی ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے دنیا میں کم کھانے پینے والے بندوں پر فخر کا اظہار فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندوں کی طرف دیکھو میں نے دنیا میں اسے کھانے پینے کے اعتبار سے آزمائش میں ڈالا تو اس نے صبر کیا اور ان دونوں باتوں کو چھوڑ دیا۔ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ، وہ شخص کھانے کا جو لقمہ بھی چھوڑے گا میں اسے اس کے بدلے میں جنت کے اعلیٰ درجات عطا کروں گا۔“ (۱)

ترکِ خواہش کے حوالہ سے دو بصیرت افروز روایات

جب بندہ اپنی خواہشات کو اللہ رب العزت کے حکم کے تابع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خزانہ غیب سے عطا فرماتا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ (۲۵۰-۵۰۵) سے ”إحیاء علوم الدین“ میں دو طویل روایات منقول ہیں۔ ایک روایت حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ہے جس میں انہوں نے فاقہ خوروں کی فضیلت کا ذکر

(۱) أخرجه ابن عدی فی الكامل وقد تقدم فی الصیام بحوالہ إحياء علوم

الدین، ۳: ۸۱

کرتے ہوئے فرمایا:

”بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب وہ ہوں گے جو دنیا میں دیر تک بھوکے، پیاسے اور غمگین رہنے والے ہیں۔ یہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل اور متقی ہیں اگر ظاہر ہوں تو ان کو کوئی بھی نہیں پہچانتا اور اگر غائب ہو جائیں تو ان کی گمشدگی محسوس نہیں ہوتی۔ زمین ان سب کو جانتی ہے اور آسمانی فرشتے ان سب کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں اچھے ہیں اور عہدگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ لوگ نرم نرم بستر بچھاتے ہیں اور یہ لوگ اپنی پیشانیاں اور گھٹنے بچھاتے ہیں۔ لوگوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے عمل اور اخلاق کو ضائع کر دیا لیکن انہوں نے ان کی حفاظت کی۔ جب چلے جاتے ہیں تو زمین روتی ہے اور جس شہر میں ان میں سے کوئی ایک نہ ہو اس شہر پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ایسے لوگ دنیا پر اس طرح نہیں جھپٹتے جس طرح کتے مردار پر جھپٹتے ہیں، معمولی کھانا کھاتے اور پرانے کپڑے پہنتے ہیں۔ ان کے بال نکھرے ہوئے اور چہرے پر گرد و غبار ہوتا ہے۔ لوگ ان کو دیکھ کر خیال کرتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی عقل جاتی رہی حالانکہ دنیا والوں کے نزدیک وہ عقل کے بغیر چلتے ہیں، ان لوگوں کے لئے آخرت میں شرف و عزت ہے اور وہ اس شہر والوں کے لئے امن کا باعث ہیں۔ جس قوم میں وہ موجود ہوں ان کو عذاب نہیں ہوتا، زمین ان پر خوش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوتا ہے۔“

دوسری روایت حضرت شقیق بن ابراہیم علیہ الرحمہ سے منقول ہے۔ انہوں نے

فرمایا:

”میں نے حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمہ کو مکہ مکرمہ میں سوق اللیل (ایک بازار کا نام) میں دیکھا اور یہ بازار حضور نبی اکرم ﷺ کی جائے ولادت کے

قریب ہے۔ حضرت ابراہیم ادم علیہ الرحمہ راستے کے کنارے پر بیٹھے رو رہے تھے۔ میں بھی راستہ چھوڑ کر ان کے قریب بیٹھ گیا اور پوچھا: اے ابو اسحاق! یہ رونا کیسا؟ انہوں نے فرمایا، سب ٹھیک ہے میں نے دو یا تین بار مزید پوچھا تو انہوں نے فرمایا: شقیق! یہ بات کسی کو نہ بتانا: میں نے عرض کیا اے میرے بھائی! آپ جو چاہیں فرمائیں: انہوں نے فرمایا: میرا نفس تیس سال سے حریرہ کی خواہش کر رہا تھا اور میں بہت کوشش کر کے اس کو روکتا رہا۔ لیکن گزشتہ شام میں بیٹھا ہوا تھا اور مجھ پر اونگھ غالب آگئی۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سبز پیالہ تھا جس میں سے حریرہ کی بھاپ اٹھ رہی تھی اور خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے ہمت کے ساتھ اپنے نفس کو روکا لیکن اس نے وہ پیالہ میرے قریب کر دیا اور کہا: اے ابراہیم! کھاؤ۔ میں نے کہا میں نہیں کھاؤں گا۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس نے کہا: تمہیں اللہ تعالیٰ کھلا رہا ہے۔ تم کھاؤ۔ میں کوئی جواب نہ دے سکا اور رونے لگا۔ اس نے کہا کھائیے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ میں نے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب تک ہمیں معلوم نہ ہو کہ یہ کہاں سے آیا ہے ہم برتن میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے۔ آپ کھائیں۔ یہ آپ کو دیا گیا ہے۔ اس نے کہا مجھے حکم ہوا کہ اے خضر علیہ السلام! اسے لے جائیں اور حضرت ابراہیم بن ادم علیہ الرحمہ کو کھلا دیں۔ اس نے کتنا طویل عرصہ صبر کیا اور نفس کو اس سے روکا۔ پھر وہ کہنے لگا اے ابراہیم علیہ الرحمہ! میں نے فرشتوں سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ جس کو کوئی چیز دی جائے اور وہ نہ لے تو وہ مانگے بھی تو اسے نہیں ملے گی میں نے کہا: اگر یہ بات ہے تو میں آپ کے سامنے ہوں اس عقدہ کو اللہ تعالیٰ ہی کھولے گا۔ پھر میں نے دیکھا تو وہاں ایک دوسرا نوجوان بھی کھڑا تھا جو ان کو کوئی چیز دے کر کہہ رہا تھا اے

خضر علیہ السلام! آپ ان کو خود کھلائیں۔ وہ مسلسل مجھے کھلاتے رہے حتیٰ کہ میں سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو منہ میں اس کا ذائقہ محسوس ہو رہا تھا۔“ (۱)

بھوکے کو کھانا کھلانے کی فضیلت

اسلام اپنے ماننے والوں کو ایثار و قربانی کا درس دیتا ہے۔ کم خوری اور فاقہ کشی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاشرے میں بھوک اور افلاس کا دور دورہ ہو اور فقر و فاقہ کو فروغ دیا جائے۔ اسلام احتیاج سے پاک معاشرے کا داعی ہے اور ہر شخص کو خوشحال دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے ریاست کے مال دار افراد پر غریبوں اور مفلسوں کے کچھ حقوق عائد کئے ہیں جن کو ادا کرنا ان پر لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ ان حقوق میں سے ایک حق حاجت مندوں کو کھانا کھلانا بھی ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد آیات میں غریبوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ (۲)

”اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوجود ایثاراً) محتاج کو یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں ۝“

ایک دوسرے مقام پر قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اسے دین حق کی دشوار گزار گھاٹی سے تعبیر کیا اور پھر ارشاد فرمایا:

أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ (۳)

”یا بھوک والے دن (یعنی قحط و افلاس کے دور میں غریبوں اور محروم المعیشت

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۳: ۸۱-۹۳

(۲) الدهر، ۶: ۸

(۳) البلد، ۹۰: ۱۴

لوگوں کو) کھانا کھلانا ہے (یعنی ان کے معاشی تعطل اور ابتلاء کو ختم کرنے کے لئے جدوجہد کرنا ہے) ○

اس آیتِ کریمہ میں غریبوں، محتاجوں اور نادار لوگوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ یہ عمل نہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا باعث ہے بلکہ دوسروں کو کھلانا رزق میں اضافے کا باعث بنتا ہے حتیٰ کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کفایت کر جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا:

طَعَامُ الْوَّاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ وَ طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ۔ (۱)

”ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہوتا ہے۔“

قرآن حکیم نے اس شخص کی مذمت کرتے ہوئے جو محتاجوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا فرمایا:

وَلَا يَحْضُضْ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ ○ (۲)

”اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی استحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا) ○“

تاجدار مدینہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی حاجت مندوں کو کھانا کھلاتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام

القليل، ۳، ۱۶۳۰، رقم: ۲۰۵۹

(۲) الماعون، ۱۰۷: ۳

”جب حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ ﷺ کے استقبال کے لئے نکلے۔ وہ کہتے جاتے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میں بھی آپ ﷺ کے دیدار کے لئے لوگوں کے ساتھ گیا۔ جب آپ ﷺ کا چہرہ اقدس نظر آیا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔^(۱)

”اے لوگو! ہر ایک کو سلام کرو، لوگوں کو کھانا کھاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو جب لوگ سوتے ہیں تو نماز پڑھو، جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔“

کم خوری کے فوائد و ثمرات

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے کم خوری کا نفع بخش اور فائدہ مند ہونا ثابت ہوتا ہے اگرچہ ہمیں اس کی نفع بخشی کی علت معلوم نہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ شخص جو دوائی پیتا ہے اسے نفع ہوتا ہے حالانکہ اسے اس کے نفع بخش ہونے کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ (۳۵۰-۵۰۵ھ) نے اپنی تصنیف ”احیاء علوم الدین“ میں فاقہ اور کم خوری کے متعدد فوائد بیان کئے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ صفائے قلب و باطن

کم کھانے سے دل کو صفائی، طبیعت کو تیزی اور بصیرت کو درجہ کمال حاصل ہوتا ہے جبکہ سیر ہو کر کھانے سے ذہن کند اور دل اندھا ہو جاتا ہے۔ پُر خوری سے دماغ میں بخار کی طرح غبار چڑھتا ہے حتیٰ کہ وہ سوچ بچار کی صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتا ہے۔ دل فکر

(۱) ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمۃ، باب إطعام الطَّعَامِ، ۴: ۳، رقم: ۳۲۵۱

سے مغلوب ہو جاتا ہے اور فوری ادراک نہیں کر سکتا۔ حضرت ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”بھوک کو اختیار کرو، یہ نفس کو ذلیل اور دل کو نرم کرتی ہے اور اسی سے آسمانی علم حاصل ہوتا ہے۔“

۲۔ تواضع و انکساری

بھوک سے نفس کو انکساری اور تواضع و خاکساری حاصل ہوتی ہے جو کسی دوسری چیز سے نہیں ہوتی کیونکہ بھوک میں انسان اپنے رب کے سامنے زیادہ جھکتا ہے اور اپنی کمزوری اور ذلت کو پہچان لیتا ہے۔ جب تک انسان اپنے نفس کی ذلت اور اس کے عجز کا مشاہدہ نہ کر لے وہ اپنے مولا کے دبدبہ اور قہر کو نہیں دیکھ سکتا، لہذا بندہ بھوک کی حالت میں اپنے رب کے سامنے اپنی مجبوری اور اضطرار کی کیفیت میں ذوق بندگی کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ حضرت امامہ باہلی رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن شکم سیر ہوں گا پس جب میں بھوکا ہوں گا تو صبر کروں گا اور اپنے رب کے حضور گڑگڑاؤں گا اور جب شکم سیر ہوں گا تو شکر ادا کروں گا۔“ (۱)

اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ کم خوری اور بھوک عجز و انکساری کے حصول اور صبر و شکر کا بہترین ذریعہ ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ پیٹ اور شرمگاہ جہنم کے دروازوں میں سے ہیں اور ان کی اصل پیٹ بھر کر کھانا ہے جبکہ انکساری اور عاجزی جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس کی اصل بھوک ہے۔ جو شخص جہنم کا کوئی دروازہ بند کرتا ہے تو وہ لازماً جنت کا کوئی دروازہ کھولتا ہے کیونکہ یہ مشرق اور

(۱) بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۱۰، رقم: ۱۰۴۱۰

مغرب کی طرح ایک دوسرے کے مقابلے میں ہیں، لہذا ان میں سے ایک کے قریب ہونا گویا دوسرے سے دور ہونا ہے۔

۳۔ بھوکوں اور مفلسوں کا احساس

بھوکا انسان افلاس زدہ انسانوں کا احساس کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش اور عذاب کو نہیں بھولتا اور نہ ہی ان لوگوں کو بھولتا ہے جو آزمائش میں ڈالے گئے ہوں کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے والا بھوکے آدمی کو بھول جاتا ہے مگر بھوکا آدمی جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھتا ہے تو اسے آخرت کی پریشانی یاد آ جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا: ”آپ بھوکے کیوں رہتے ہیں حالانکہ آپ کے قبضے میں زمین کے خزانے ہیں؟“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”مجھے ڈر ہے کہ اگر میں سیر ہو کر کھاؤں تو کہیں بھوکے رہنے والوں کو نہ بھول جاؤں۔“

لہذا بھوکوں اور محتاجوں کو یاد رکھنا اور اپنا کھانا ان کو کھلانا بہت بڑی نیکی ہے اس طرح بھوک رحمت الہی ہے جو مخلوق خدا پر شفقت کا درس دیتی ہے جبکہ شکم سیر آدمی بھوکے آدمی کی تکلیف سے غافل ہو جاتا ہے۔

۴۔ گناہوں سے اجتناب

بھوک کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ نفسِ امّارہ پر قابو پانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ نے فرمایا: ”میں جب بھی سیر ہو کر کھاتا ہوں تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہوں یا گناہ کا قصد کرنے لگتا ہوں۔“

بھوک لغو اور فضول کلام سے نجات کا سبب ہے کیونکہ بھوکا آدمی فضول کلام کی خواہش نہیں رکھتا اور یوں وہ زبان کی آفات، غیبت، فحش کلامی، جھوٹ اور چغلی وغیرہ سے بچ جاتا ہے۔

۵۔ قلبی بیداری میں دوام

قلبی بیداری تزکیہ و تصفیہٴ نفس کے لئے بہترین جوہر ہے اور یہی بندے کا اصل مال ہے۔ جبکہ نیند موت ہے جو کثرتِ ریاضت و عبادت کو کم کر دیتی ہے۔ کم کھانے سے نیند دور ہو جاتی ہے اور غفلت سے بیداری نصیب ہوتی ہے جبکہ سیر ہو کر کھانے سے نیند زیادہ آتی ہے اور زیادہ نیند سے زندگی ضائع ہو جاتی ہے، تہجد کی نماز سے بندہ محروم ہو جاتا ہے، طبیعت کرخت اور دل سخت ہو جاتا ہے۔

۶۔ عبادت میں استقامت

کم کھانے والے کے لئے عبادت پر دوام آسان ہو جاتا ہے جبکہ سیر ہو کر کھانا زیادہ عبادت سے روکتا ہے۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”میں نے حضرت علی جرجانی علیہ الرحمۃ کے پاس ستودیکھے جنہیں وہ پھانک رہے تھے میں نے پوچھا: آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ چبانے اور پھانکنے کے درمیان میں ستر تسبیحات کا وقت درکار ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس سال سے روٹی نہیں کھائی۔“

زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک نفیس بیش قیمت جوہر ہے لہذا ہم پہ لازم ہے کہ اس سے ایسا خزانہ حاصل کریں جو آخرت میں باقی رہے۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اپنے وقت کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں صرف کیا جائے۔ روزہ رکھئے، ہمیشہ با وضو رہنے اور کھانے پینے کے اسباب میں خرچ ہونے والے اوقات کو عبادت میں صرف کرنے سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۷۔ لاتعداد بیماریوں کا علاج

کم کھانے سے بدن کی صحت برقرار رہتی اور بے شمار بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

جبکہ بیمار انسان دوائی اور ڈاکٹر کا محتاج ہو جاتا ہے۔ پھر ان تمام چیزوں پر روپیہ پیسہ خرچ ہوتا ہے جس کے لئے انسان کو غیر ضروری محنت کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے گناہوں اور خواہشات کا شکار ہونا پڑتا ہے جبکہ بھوک میں یہ تمام باتیں نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ ایک روایت منقول ہے کہ ہارون الرشید بادشاہ نے چار طبیب بلائے۔ ایک ہندوستانی، دوسرا رومی، تیسرا عراقی اور چوتھا حبشی۔ اس نے ان سے کہا کہ تم میں سے ہر ایک ایسی دوائی کا ذکر کرے جس سے کوئی بیماری نہ پیدا ہوتی ہو۔ ہندوستانی حکیم نے کہا: میرے نزدیک ایسی دوائی سیاہ ہڑ ہے۔ عراقی نے کہا: میرے نزدیک ترہ تیزک ہے۔ رومی نے کہا: میرے نزدیک ایسی دوائی گرم پانی ہے۔ حبشی جو ان سب سے زیادہ علم رکھتا تھا کہنے لگا: ہڑ معدے کو تنگ کر دیتی ہے اور یہ ایک بیماری ہے جبکہ ترہ تیزک معدے کو نرم کر دیتی ہے اور یہ بھی ایک بیماری ہے۔ گرم پانی معدے کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے اور یہ بھی ایک بیماری ہے انہوں نے پوچھا: تمہارے خیال میں اس کا کیا حل ہے؟ اس نے کہا: ایسی کوئی دوائی نہیں جس میں کوئی بیماری نہ ہو صرف ایک ہی حل ہے وہ یہ کہ جب بھوک لگے اس وقت کھانا کھائے اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دے انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا ہے۔ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

وصوموا تصتوا۔ (۲)

”روزہ رکھو صحت مند رہو۔“

کیونکہ روزہ رکھنے، بھوکا رہنے اور کم کھانے میں جسمانی صحت کا راز مضمر ہے نیز اس کی وجہ سے دل سرکشی اور تکبر کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۸۷:۳

(۲) عجلونی، كشف الخفاء، ۱: ۵۳۹، رقم: ۱۴۵۵

۸۔ حرام خوری سے اجتناب

جس آدمی کو کم کھانے کی عادت ہو اسے تھوڑا مال بھی کفایت کرتا ہے اور جو شخص شکم سیری کا عادی ہو وہ اپنے آپ کو پیٹ کا بندہ بنائے رکھتا ہے اور ہر دن اس کی گردن پر سوار ہو کر رہتا ہے آج کیا کھاؤ گے، لہذا وہ خواہش شکم کے زیر اثر حرام کاموں سے بھی دریغ نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ لوگوں کی طرف لالچ کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ انتہائی درجہ کی ذلت ہے لہذا ہلاکت کا باعث دنیا کی حرص ہے اور دنیوی حرص کا سبب پیٹ کی خواہش ہے، جبکہ کم کھانے سے یہ تمام حرص اور لالچ ختم ہو جاتے ہیں۔

۹۔ صدقہ و خیرات پر قدرت

کم کھانے والا انسان زائد کھانا تیبہوں اور مساکین کو بطور صدقہ دینے پر قادر ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن اپنے صدقہ و خیرات پر نئی عمل کی جزا کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل امرئ فی ظل صدقته۔^(۱)

”ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا۔“

مومن جو کچھ صدقہ کرتا ہے وہ فضل خداوندی سے ذخیرہ خیر بن جاتا ہے۔ پس بندے کے لئے وہی ہے جو اس نے صدقہ کی صورت میں جمع کر لیا یا کھا کر اور پہن کر خرچ کر دیا۔ زائد کھانا صدقہ کر دینا شکم سیری اور بد مضمی سے بہتر ہے۔ لہذا زائد کھانا فقیر کو دیا جائے تاکہ اس کے ذریعے اجر و ثواب جمع ہو جائے تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ خود کھائے اور اپنی پُرشش کے بوجھ میں اضافہ کرے۔

(۱) ابن خزيمة، الصحيح، ۴: ۹۴، رقم: ۲۴۳۱

شکم سیری کی مذمت میں حکماء و صوفیاء کے اقوال

پیٹ بھر کر کھانا کوئی قابل فخر چیز نہیں۔ ایسا کرنا مویشیوں کے لئے تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن انسان کا پیٹ بھر کر کھانا تن پروری ہے جو کوئی قابل تحسین بات نہیں۔ جو شخص ساری عمر تن پروری میں مصروف رہے اور جسمانی خواہشات کا اسیر رہے اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو ساری عمر اپنے باطن کو سنوارنے کے باعث راہ حق میں منفرد ہو اور علاقہ دنیا سے آزاد ہو۔ حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

”انسان کا کسی برتن کو بھرنا اتنا برا نہیں جتنا پیٹ کو بھرنا، انسان کے لئے اتنے لقمے کھانا کافی ہے جس سے اس کی پیٹھ سیدھی رہے یعنی توانائی برقرار رہے۔“ (۱)

امام غزالی علیہ الرحمۃ شکم سیری کی مذمت میں درج ذیل اقوال نقل فرماتے ہیں:

۱۔ حضرت لقمان حکیم علیہ الرحمۃ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ”اے میرے بیٹے! جب تیرا معدہ بھرا ہوگا تو تُو بے فکر ہو جائے گا۔ تیری حکمت بے کار ہو جائے گی اور تیرے اعضا عبادت سے لاچار ہو جائیں گے۔“

۲۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”علم و حکمت کو بھوک میں رکھا گیا ہے جبکہ گناہ اور جہالت کو شکم سیری میں رکھا گیا ہے۔“

۳۔ حضرت ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”جو شخص پیٹ بھر کر کھاتا ہے

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الزہد، باب: ماجاء فی گراہیۃ

کثرة الأکل، ۴: ۱۸۸، رقم: ۲۳۸۰

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمۃ، باب الأقتصاد فی الأکل

و کراہۃ الشبع، ۴: ۵۳، رقم: ۳۳۳۹

اس پر چھ آفتیں آتی ہیں:

- ۱- وہ مناجاتِ الہیہ کی چاشنی سے محروم ہو جاتا ہے۔
 - ۲- حکمت کی حفاظت مشکل ہو جاتی ہے۔
 - ۳- مخلوق اس کی شفقت سے محروم ہوتی ہے۔
 - ۴- عبادت ایک بوجھ بن جاتی ہے۔
 - ۵- خواہشات زیادہ ہو جاتی ہیں۔
 - ۶- تمام لوگ مساجد کے گرد چکر لگاتے ہیں، پیٹ بھر کر کھانے والا گندی جگہوں کے گرد چکر لگاتا ہے۔^(۱)
- گویا معلوم ہوا کہ بھوک رکھ کر کھانا اخروی فوائد کا ایک عظیم خزانہ ہے۔

کم خوری کیوں کر ممکن ہے؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نفس کو طمع کا عادی بنایا جائے تو وہ لالچی بن جاتا ہے۔ اگر قناعت کا عادی بنایا جائے تو وہ قانع ہو جاتا ہے اور اگر بھوک کا عادی بنایا جائے تو اس میں بھوک برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

صوفیاء کرام نے بتدریج بھوک کو اپنی عادت بنایا اور اپنے نفس کو کھانے سے روکا۔ اس کے بدلہ میں انہیں بھوک میں نورِ معرفت اور حکمت کے چشمے ملے۔ اس حوالے سے صوفیاء کی بہت سی حکایات اور واقعات ہوئے ہیں۔ بعض بزرگوں کا یہ طریقہ رہا کہ وہ ہر رات غذا کم کرتے رہتے یہاں تک کہ نفس کو کمترین خوراک کا عادی بنا لیتے۔ بعض نیک بندے خوراک کا چھواروں کی گٹھلیوں سے اندازہ لگاتے اور ہر رات خوراک میں سے ایک گٹھلی کم کر دیتے۔ کچھ درویش روٹی کا اٹھائیسواں حصہ کم کرتے یہاں تک کہ ایک مہینے

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۳: ۸۲-۸۷

میں ایک روٹی کم ہو جاتی اور ایک جماعت کا طرز عمل یہ ہوتا کہ وہ سات سات دن، پندرہ پندرہ دن یہاں تک کہ چالیس دن تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو (پیٹ کے تین حصے کر کے) ایک تہائی کھانے کے لئے، ایک پانی کے لئے اور ایک سانس لینے کے لئے۔“ (۱)

حضرت ابوسلیمان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”مجھے رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دینا رات بھر عبادت کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا: بھوک اللہ کے پاس اس کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور وہ اسی شخص کو عطا کرتا ہے جس کو پسند کرتا ہے۔“ (۲)

حدیث مبارکہ میں بتائے گئے طریقے کے علاوہ کھانا کم کرنے اور پیٹ کی خواہش پر قابو پانے کے لئے درج ذیل طریق پر بھی عمل کرنا سود مند ہوگا۔

۱۔ کھانا کم کرنے کے سلسلہ میں تدریجاً ریاضت کا راستہ اختیار کیا جائے اور کھانے کی مقدار مقرر کر کے آہستہ آہستہ کھانا کم کیا جائے۔ جس شخص کو زیادہ کھانے کی عادت ہو اگر وہ یکدم تھوڑا کھانے کی طرف آئے گا تو اس کا مزاج برداشت نہیں کر سکے گا اور وہ کمزور ہوتا جائے گا نیز اس میں مشقت بہت زیادہ برداشت کرنا ہوگی، لہذا اسے چاہئے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے کمی کرتا رہے مثلاً

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الزہد، باب: ماجاء فی کراہیة

کثرة الأکل، ۴: ۱۸۸، رقم: ۲۳۸۰

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمة، باب: الاقتصاد فی الأکل

و کراہیة الشبع، ۴: ۵۳، رقم: ۳۳۴۹

(۲) غزالی، إحياء علوم الدین، ۳: ۸۳

اگر وہ دو روٹیاں کھاتا ہے اور اپنے آپ کو ایک روٹی تک لانا چاہتا ہے تو روٹی کو اٹھائیں حصوں میں تقسیم کرے اور روزانہ ایک حصہ کم کرے تو یوں ایک مہینے میں ایک روٹی تک آ جائے گا یہاں تک کہ اپنے نفس کو اتنی مقدار تک لے آئے گا جس سے زندہ رہ سکے۔ اس سے نہ تو کوئی نقصان ہوگا اور نہ ہی اس کا کوئی منفی اثر ظاہر ہوگا۔

۲۔ سالک کھانے کو دو حصوں میں تقسیم کر دے مثلاً اگر دو روٹیاں ہوں تو ایک روٹی افطار کے وقت کھائے اور دوسری روٹی سحری کے وقت تاکہ اس کا نفس پرسکون رہے، تہجد کے وقت بدن ہلکا پھلکا ہو اور دن کو زیادہ بھوک نہ لگے۔

۳۔ پسندیدہ اور لذیذ مرغعن کھانے گوشت، مٹھائی اور حلوہ وغیرہ کی خواہش پر قابو پایا جائے، اور درمیانہ قسم کا سالن کھایا جائے۔ آخرت کے راستے پر چلنے والے بزرگان دین کی عادت تھی کہ وہ سالن نہیں کھاتے تھے بلکہ وہ خواہشات کی تکمیل سے بچتے تھے کیونکہ انسان جس لذیذ چیز کی خواہش کرتا ہے تو اسے ضرور کھاتا ہے جس سے نفس پھول جاتا ہے اور دل سخت ہو جاتا ہے نیز وہ دنیا کی لذتوں سے اس درجہ مانوس ہو جاتا ہے کہ اپنی موت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک کو بھول جاتا ہے۔ اس دنیا دار کے لئے دنیا جنت اور موت قیدخانہ بن جاتی ہے لیکن اس کے برعکس جب مومن اپنے آپ کو خواہشات سے بچائے اور اپنے نفس پر سختی کرتے ہوئے ان لذتوں سے اجتناب کرے تو دنیا اس کے لئے قیدخانہ بن جاتی ہے اور وہ اس میں گھٹن محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا نفس موت کے ذریعے زندگی کی قید سے چھٹکارا چاہنے لگتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ پسندیدہ کھانوں کی خواہش کو پورا کرنے کی بجائے صبر کیا جائے اور ضرورت سے زیادہ نہ کھایا جائے۔ ضرورت سے زیادہ کھانا اسراف ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ إِذَا تَغَدَّى لَمْ يَتَعَشَّ، وَإِذَا تَعَشَّى لَمْ يَتَغَدَّ۔^(۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ جب صبح کھانا کھاتے تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح نہ کھاتے۔“

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ نفس کو جائز خواہشات کی تسکین کے لئے بھی کھلی چھٹی نہ دی جائے اور نہ ہی ہر حال میں اس کی تکمیل کی جائے، اسے اس بات سے بھی ڈرنا چاہئے کہ کہیں قیامت کے دن اس سے بھی یہ نہ کہا جائے کہ:

أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ^(۲)

”تم اپنی لذیذ و مرغوب چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں ہی حاصل کر چکے اور ان سے (خوب) نفع اندوز بھی ہو چکے۔ پس آج کے دن تمہیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے (بھی) کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔“

انسان جس قدر اپنے نفس کو مجاہدے کا پابند کرے گا اور خواہش کو چھوڑے گا اس قدر آخرت کی نعمتوں سے نفع اٹھائے گا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ^(۳)

”اُن سے کہا جائے گا: خوب لطف اندوزی کے ساتھ کھاؤ اور پیو اُن (اعمال) کے بدلے جو تم گزشتہ (زندگی کے) ایام میں آگے بھیج چکے تھے۔“

(۱) سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۴۱۱، رقم: ۶۶۱۷

(۲) الاحقاف، ۴۶: ۲۰

(۳) الحاقۃ، ۶۹: ۲۴

کھانے پینے میں اعتدال کا پہلو غالب رہے

افراط و تفریط دونوں قابلِ مذمت ہیں۔ کم خوری کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس بات کا اشارتاً بھی ذکر نہیں کیا گیا کہ بھوک کے سلسلے میں حد سے بڑھ جانا مطلوب ہے کیونکہ اگر کوئی چیز بھی حدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو شریعتِ اسلامی اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتی۔ شارعِ اسلام حضور نبی اکرم ﷺ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمیشہ روزہ رکھنے اور پوری پوری رات کھڑا رہنے سے منع فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

”حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا اے عبداللہ! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم دن کو روزے رکھتے اور رات کو قیام کرتے ہو۔ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو بلکہ روزے رکھو اور چھوڑ بھی دیا کرو، قیام کرو اور سویا بھی کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو، چونکہ ہر نیکی کا اجر دس گناہ ہے تو یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہو جائے گا۔“^(۱)

لہذا شریعتِ مطہرہ کا مقصود یہ ہے کہ کھانے پینے میں اعتدال کی راہ اختیار کی جائے اور کھانا اتنا کھایا جائے کہ بھوک مٹ جائے اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے حتیٰ کہ وہ اُن فرشتوں کے مشابہ ہو جائے جو فطرتاً کھانے کے بوجھ اور بھوک کی تکلیف دونوں سے پاک ہیں جبکہ انسان صرف اعتدال کی روش پر ہی گامزن رہ کر اس کیفیت کا لطف حاصل

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب الصوم، باب حق الجِسمِ فی الصَّوم، ۲:

۶۹۷، رقم: ۱۸۷۲

کرتا ہے۔ حضرت مطرف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

حَبِیرُ الْأُمُورِ أَوْ سَطْهًا۔^(۱)

”بہترین امور وہ ہیں جن میں اعتدال ہو۔“

نفس کو اعتدال پر لانے اور تربیت کے عمل سے گزارنے کا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں اسے تکلیف میں مبتلا کیا جائے کیونکہ ابتدائی مرحلے میں تکمیل خواہشات کا عادی نفس سرکشی پر مائل ہوتا ہے لہذا اسے بھی سدھائے جانے والے گھوڑے کی طرح مجاہدے کی اذیت اور بھوک کی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تا وقتیکہ وہ اعتدال پر نہ آجائے۔ اسی حکمت کے پیش نظر شیخ اپنے مرید کو ان کاموں کا حکم دیتا ہے جو وہ خود نہیں کرتا، وہ اسے بھوکا رہنے کا حکم دیتا ہے حالانکہ خود بھوکا نہیں رہتا نیز اسے پھلوں اور من پسند چیزوں سے روکتا ہے حالانکہ خود کو ان سے نہیں روکتا کیونکہ خود مسلسل مجاہدے سے اپنے نفس کی تادیب سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ادب سکھایا جب آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ روٹی، گوشت اور گھی کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر دُرہ بلند کیا اور فرمایا: ”ایک دن روٹی گوشت سے کھاؤ، دوسرے دن دودھ سے کھاؤ۔ اس طرح کسی دن گھی کے ساتھ، کسی دن زیتون کے ساتھ، کسی دن نمک کے ساتھ اور کسی دن بغیر کسی چیز یا سائے کے کھاؤ کیونکہ یہی راہ اعتدال ہے۔“^(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

www.MinhajBooks.com

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۵: ۲۶۱، رقم: ۶۶۰۱

(۲) ۱- سعید بن منصور، السنن، ۶: ۹۵

۲- غزالی، إحياء علوم الدين، ۳: ۹۸

